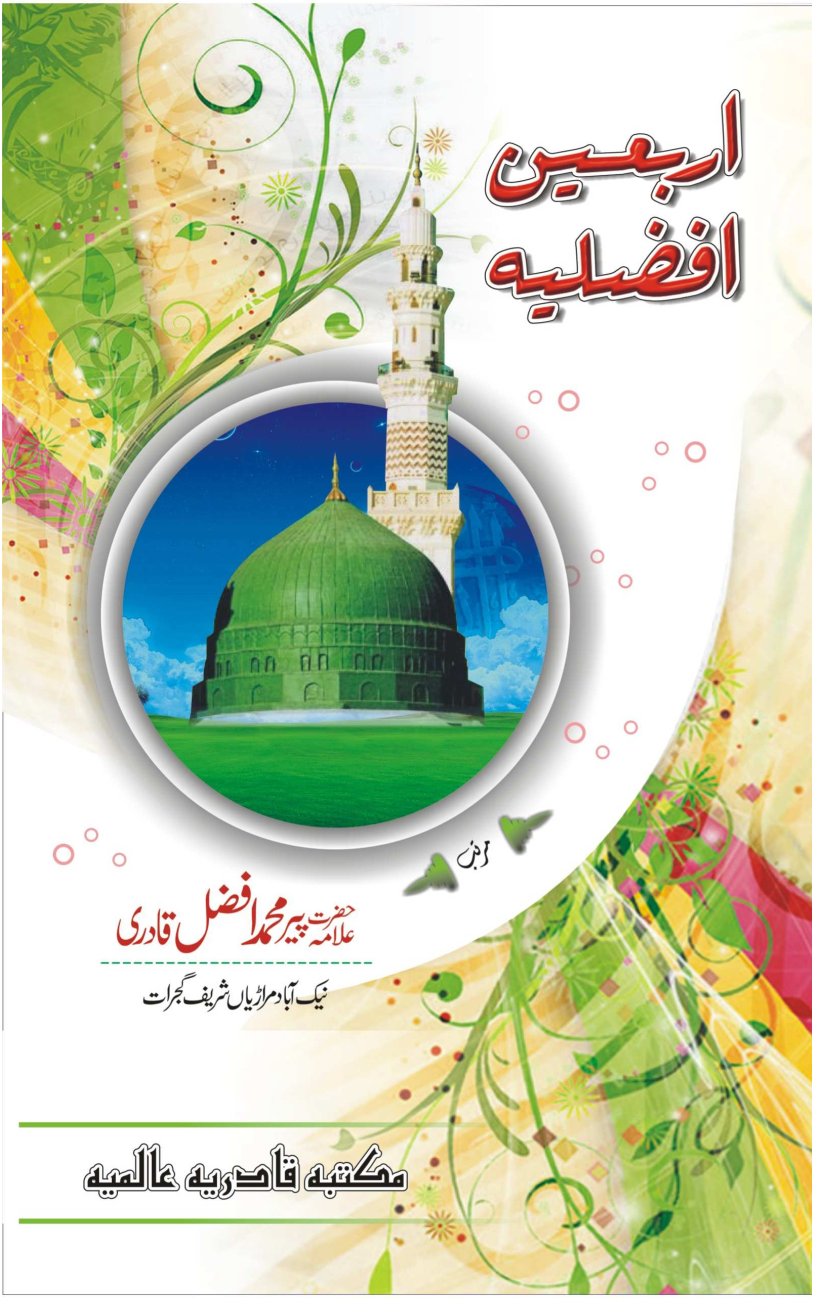

اربعین
افضلیہ
مرتب
حضرت علامہ پیر محمد افضل قادری
نیک آباد مراڑیاں شریف گجرات
مکتبہ قادریہ عالمیہ

مقدمہ

بسم اللّٰہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ رب العلمین والصلوۃ والسلام علی حبیبہ سید المرسلین رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین وعلی اٰلہ الطیبین الطاھرین وعلی اصحابہ الھادین المھدیین۔

امابعد! مشکوٰۃ المصابیح کتاب العلم اور بیہقی شعب الایمان میں حدیثِ نبوی ہے:

”مَنْ حَفِظَ عَلٰی اُمَّتِیْ اَرْبَعِیْنَ حَدِیْثًا فِیْ اَمْرِ دِیْنِھَا بَعَثَہُ اللّٰہُ فَقِیْھًا وَّ کُنْتُ لَہٗ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ شَافِعًا وَّ شَھِیْدًا“

ترجمہ: ”جو شخص میری امت کیلئے اسکے دینی امور کے سلسلہ میں چالیس احادیث جمع کرے اللہ تعالی ایک فقیہ کی حیثیت سے اس کا حشر فرمائے گا اور میں روز قیامت اس کا شافع وگواہ ہوں گا۔“

حوالہ: مشکوۃ المصابیح، کتاب العلم، الفصل الثالث، الرقم: 258

”شعب الایمان للبیھقی“ باب فی فضل العلم، الرقم: 1597

اس حدیث مبارک میں بیان کی گئی بشارتوں کا حقدار بننے کیلئے محدثین اور علماءِ کبار رحمھم اللہ کی ایک بڑی جماعت نے اپنے اپنے ذوق کے مطابق چالیس احادیثِ نبوی جمع کر کے شاندار اربعینات تصنیف فرمائی ہیں۔

اللہ تعالی انہیں جزائے خیر عطا فرمائے! آمین!

لیکن راقم الحروف نے اس انداز سے چالیس احادیث کو جمع کیا ہے اور پھر ان

احادیث کی مختصر تشریح وتوضیح کے ضمن میں مزید احادیث بھی درج کی ہیں کہ عقائد واعمال واخلاق کے ساتھ ساتھ دورِ حاضر کے بہت سے مسائل کا حل بھی پیش کر دیا ہے۔

اُمید ہے کہ یہ مجموعہ صراط مستقیم کے متلاشیوں کیلئے مینارۂِ نور ثابت ہوگا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اپنے حبیب اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے طفیل اس کوشش کو قبول فرمائے اور اس کا ثواب میرے محسن و مربی والد محترم استاذ الاساتذہ قطب الاولیاء حضرت مولانا خواجہ پیر محمد اسلم قادری قدس سرہ ورحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے تمام علمی، نسبی وروحانی بزرگوں کی ارواح مبارکہ کو پہنچائے۔

آمین! آمین! آمین!

بجاہ حبیبہ سیدنا و مولانا محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ واصحابہ اجمعین!

پیر محمد افضل قادری
سجادہ نشین نیک آباد (مراڑیاں شریف)
گجرات پاکستان
0300-9622887
www.ahlesunnat.info
Naikabad@gmail.com

صفحہ نمبر	فہرست مضامین

حدیث نمبر 1

”عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمَا قَالَ قَالَ رَسُوۡلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیۡہِ وَسَلَّمَ بُنِیَ الۡاِسۡلَامُ عَلٰی خَمۡسٍ شَھَادَۃِ اَنۡ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَنَّ مُحَمَّداً رَّسُوۡلُ اللّٰہِ وَاِقَامِ الصَّلٰوۃِ وَاِیۡتَآءِ الزَّکَاۃِ وَالۡحَجِّ وَ صَوۡمِ رَمَضَانَ.“(2،1)

ترجمہ:

”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ گواہی دینا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور بے شک محمد (صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم) اس کے رسول ہیں اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج (عمر میں ایک بار) کرنا اور رمضان کے روزے رکھنا۔“

تشریح:

اسلام کا معنٰی اطاعت کرنا ہے اور یہاں دین اسلام مراد ہے۔ ”الٰہ“ کا لغوی معنٰی بلند و بالا ہے۔ اسلام میں الٰہ سے مراد وہ ہستی ہے جو واجب الوجود ہے (یعنی جس کا پایا جانا ضروری اور عدم محال ہے اور وہ ہستی اپنی ذات و صفات اور افعال میں کسی اور کی محتاج نہیں ہے) نیز وہ ذات تمام صفات کمال سے موصوف اور ہر عیب سے پاک ہے۔ اسلام میں الٰہ صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ رسول اس نبی کو کہتے ہیں جو نئی شریعت لے کر آئے۔

نبی اس مرد کو کہتے ہیں جس پر وحی (اللہ تعالیٰ کا کلام) نازل ہو اور اللہ تعالیٰ کی

طرف سے وہ تبلیغ دین پر مامور ہو۔

اس حدیث میں نماز، روزہ، زکوٰۃ وحج کو علیحدہ علیحدہ ارکانِ اسلام قرار دیا ہے جبکہ توحید ورسالت دونوں کو ایک رکن قرار دیا گیا ہے۔ اس سے رسالت کا بلند مرتبہ ثابت ہوتا ہے۔ اسی لئے شرع شریف میں رسول کی اطاعت کو اللہ تعالیٰ کی اطاعت، رسول کی نافرمانی کو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی، رسول کی گستاخی کو اللہ تعالیٰ کی گستاخی، رسول کے ادب کو اللہ تعالیٰ کا ادب الغرض فرمان رسول کو فرمان خدا قرار دیا گیا ہے۔

اور یہ بھی روشن حقیقت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نشانی (آیت اللہ الکبریٰ) اور توحید ودینِ اسلام پر سب سے بڑی دلیل وبرہان ہیں لہذا حدیث مبارک میں دعویٰ توحید اور اس کی دلیل رسالتِ مصطفی کو ملا کر ایک رکن قرار دیا گیا ہے۔

حوالہ جات

حوالہ1: "صحیح بخاری" کتاب الایمان، باب بنی الاسلام علی خمس، حدیث نمبر 8

حوالہ2: "صحیح مسلم" کتاب الایمان، باب بنی الاسلام علی خمس، حدیث نمبر 19،

حدیث نمبر2

''عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی اَکُوْنَ اَحَبَّ اِلَیْہِ مِنْ وَّالِدِہٖ وَوَلَدِہٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِیْنَ۔''

ترجمہ: ''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا تم میں سے کوئی مؤمن نہیں ہوسکتا جب تک کہ میں اس کے نزدیک اسکے والد، اس کی اولاد اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہوجاؤں۔'' (3، 4)

تشریح: اس حدیث مبارک میں تمام مخلوقات پر محبت نبوی کے غالب آنے کو ایمان کے قبول ہونے کیلئے شرط قرار دیا گیا ہے۔ یہ تو شریعت اسلامیہ کا حکم ہے جبکہ عقل کی رو سے بھی محبتِ نبوی لازم ہے کیونکہ محبت کے تین اسباب ہیں: حسن، کمال اور احسان۔ اور پوری کائنات میں حبیبِ خدا، امامُ الانبیاء، رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہی سب سے زیادہ صاحب حسن، صاحب کمال اور صاحب احسان ہیں۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی سچی محبت کی درج ذیل علامات ہیں:

نبی اکرم سے سچی محبت کرنے والا شخص آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی رسالت اور تمام فضائل وکمالات پر پختہ ایمان رکھتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا بے حد ادب و احترام کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ارشادات کی تعمیل کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر کثرت کے ساتھ درود شریف پڑھتا ہے اور آپ کی ثنا کثرت سے کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی وجہ سے آپ کے صحابہ کرام، اہل بیت عظام، آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے شہر مقدس، آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے منسوب تمام مقامات، آثار ونسبتوں کا احترام کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے دشمنوں سے نفرت کرتا ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے لائے ہوئے دین کی مدد کرتا ہے۔ اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی عزت وناموس اور دین اسلام کی خاطر ہر قسم کی قربانی دینے کا جذبہ صادق رکھتا ہے۔

حوالہ جات

حوالہ3: "صحیح بخاری" کتاب الایمان، باب حب الرسول من الایمان،الرقم: 15

حوالہ4: "صحیح مسلم" کتاب الایمان، باب وجوب محبة رسول اللّٰه الرقم:44،

حدیث نمبر 3

’’وَعَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِيَةَ عَنْ رَّسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهُ قَالَ: اِنِّيْ عِنْدَ اللّٰهِ مَكْتُوْبٌ خَاتَمُ النَّبِيِّيْنَ وَاَنَّ آدَمَ لَمُنْجَدِلٌ فِيْ طِيْنِهٖ، وَسَاُخْبِرُكُمْ بِأَوَّلِ اَمْرِيْ: دَعْــوَةُ اِبْرَاهِيْمَ وَبَشَارَةُ عِيْسٰى وَرُؤْيَا اُمِّيَ الَّتِيْ رَأَتْ حِيْنَ وَضَعَتْنِيْ وَقَدْ خَرَجَ لَهَا نُوْرٌ اَضَائَتْ لَهَا مِنْهُ قُصُوْرُ الشَّامِ۔‘‘

ترجمہ:

’’حضرت عرباض بن ساریہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم سے روایت کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا: بے شک میں اللہ تعالیٰ کے پاس آخری نبی لکھا ہوا تھا جب کہ حضرت آدم علیہ السلام اپنے خمیر میں زمین پر پڑے ہوئے تھے، اور اب میں تمہیں (دنیا میں ظہورِ نبوت اور رفعتِ شان کی) پہلی بات بتاتا ہوں: (میں) حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا ہوں، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی خوشخبری ہوں اور اپنی ماں کا نظارہ ہوں جو انہوں نے دیکھا جب انہوں نے مجھے جنم دیا اور ان (میری والدہ) سے ایک نور برآمد ہوا جس کی وجہ سے ان کے لئے شام کے محلات چمک اٹھے‘‘ (6،5)

تشریح:

اس حدیث کو محدث ابن حبان، امام حاکم اور امام ذہبی نے صحیح قرار دیا ہے۔

اس حدیث مبارک سے درج ذیل مسائل ثابت ہوئے:

{1}...... آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم آخری نبی ہیں۔

{2}...... آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم دنیا میں آنے سے پہلے عالم حقائق وارواح میں اور

اعلانِ نبوت سے قبل بھی مرتبہ نبوت پر فائز تھے یہی وجہ تھی کہ اعلانِ نبوت سے قبل بھی پتھر آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم پر درود وسلام پڑھتے تھے۔

نوٹ:

40سال کی عمر مبارک میں بعثتِ نبوی کا معنیٰ نبوت کا اعلان اور تبلیغ دین کا سلسلہ شروع کرنے کا حکم ہے۔

3}......پہلے انبیاء میں بھی آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی شان وعظمت کی شہرت تھی۔

4}......آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے اپنی ولادت کا خود تذکرہ فرمایا جس سے ثابت ہوا کہ میلادُ النبی بیان کرنا سنتِ رسول ہے۔

5}......والدہ رسول حضرت بی بی آمنہ رضی اللہ عنہا مؤمنہ اور باکرامت ولیہ کاملہ تھیں آپ کو اللہ تعالیٰ نے یہ کرامت عطا فرمائی کہ آپ سے نور برآمد ہوا اور آپ کو مکہ مکرمہ سے ملک شام تک کے محلات دکھائی دیئے۔ اس سے اُن لوگوں کا یہ عقیدہ باطل ٹھہرا کہ جو والدۂ رسول کو اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ مشرکہ وکافرہ کہتے ہیں۔

6}......حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی ولادت کے وقت خلافِ عادت واقعات اور کمالات ظاہر ہوئے تھے جن میں سے ایک عجیب واقعہ یہ بھی تھا۔

7}......اس حدیث مبارک سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی شانِ نورانیت ثابت ہوئی۔

حوالہ جات

حوالہ5: "مشکوۃ المصابیح" باب سید المرسلین ،الفصل الثانی،الرقم:5759

"صحیح ابن حبان" باب ذکر کتبۃ اللّٰہ عندہ، الرقم:: 6404،

حوالہ6: "مستدرک حاکم" باب ذکر اخبار سید المرسلین، الرقم: 4175

حدیث نمبر 4

’’عَنْ ثَوْبَانَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ اِنَّہٗ یَکُوْنُ فِیْ اُمَّتِیْ کَذَّابُوْنَ ثَلاثُوْنَ کُلُّھُمْ یَزْعُمُ اَنَّہٗ نَبِیٌّ وَ اَنَا خَاتَمُ النَّبِیِّیْنَ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ۔‘‘

ترجمہ: ’’حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا میری امت میں تیس بہت بڑے جھوٹے شخص ہونگے اور سب نبی ہونے کا دعویٰ کرینگے حالانکہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نیا نبی نہیں آئیگا۔‘‘(7)

تشریح: اس حدیث مبارک میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے عقیدہ ختم نبوت انتہائی کھلے لفظوں میں واضح فرمایا اور آپ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے بعد جو بھی نبوت کا دعویٰ کرے اسے کذاب قرار دیا ہے۔عقیدہ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی تشریف آوری کے بعد روزِ قیامت تک کوئی نیا نبی مبعوث نہیں ہوگا۔البتہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قیامت کے قریب آسمانوں سے زمین پر نزول عقیدۂِ ختم نبوت کے منافی نہیں کیونکہ ان کی بعثت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی بعثت سے پہلے دنیا میں ہوچکی ہے اور جب دنیا میں آئیں گے اپنی شریعت کی بجائے شریعت محمدیہ پرعمل کرینگے اوراسی شریعت محمدیہ کی تبلیغ کریں گے۔

عقیدۂِ ختم نبوت اس قدر قطعی اور یقینی ہے کہ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اگر کوئی مسلمان کسی مدعی نبوت سے دلیل نبوت مانگے گا تو وہ کافر قرار پائے گا۔یہی وجہ ہے کہ خلیفہ اول حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں جب کچھ لوگوں نے نبوت کے دعوے کئے تو خلیفہ رسول اور صحابہ کبار نے کسی سے دلیل طلب نہیں کی بلکہ ان سب نبوت کے جھوٹے دعویداروں اور انکے پیروکاروں کے خلاف جنگ کر کے ان کی سرکوبی

کی حتیٰ کہ مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ میں 20 ہزار منکرین ختم نبوت واصل جہنم ہوئے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے خاتم النبیین کے معنیٰ خاتمیت مرتبی (نبوت کے مرتبوں کو ختم کرنے والا) بیان کر کے آپ ﷺ کی تشریف آوری کے بعد نئے نبی کی آمد کو جائز قرار دے کر اور خاتمیت زمانی (یعنی حضور ﷺ کے آخری نبی ہونے کو عوام کا خیال) قرار دے کر کفر کا ارتکاب کیا ہے۔

اس حدیث مبارک میں حضور ﷺ نے خود واضح فرما دیا ہے کہ خاتم النبیین کا معنیٰ یہ ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

قطب الاولیاء حضرت پیر سید مہر علی شاہ چشتی گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تصنیف سیف چشتیائی کے صفحہ نمبر 100، 101 پر لکھا ہے کہ محمد بن عبدالوہاب نجدی حدیثِ حضرت ثوبان رضی اللہ عنہ کے مطابق تیس دجالوں میں سے ایک دجال تھا اور اپنے آپ کو نبی سمجھتا تھا لیکن آجکل جو سیف چشتیائی شائع ہو رہی ہے اس میں سے یہ بات کاٹ دی گئی ہے۔

اس دور میں منکر ختم نبوت مرزا غلام احمد قادیانی کا فتنہ جماعت احمدیہ کے نام سے زور پکڑ چکا ہے اس فرقہ باطلہ کو دنیا بھر کے یہود و نصاریٰ کی سپورٹ حاصل ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے نہ صرف دعویٰ نبوت کر کے ختم نبوت کا انکار کیا ہے بلکہ شان الوہیت، شان رسالت، قرآن و حدیث اور اکابرین اسلام کی کھلی توہین کا ارتکاب کیا ہے اور اپنے نہ ماننے والے دنیا بھر کے مسلمانوں کو انتہائی غلیظ گالیاں دی ہیں اور انہیں کافر قرار دیا ہے نیز قادیانی دجال نے کفار کے خلاف جہاد کو حرام قرار دیا ہے اور اپنے ماننے والوں کے لیے انگریزی حکومت کی اطاعت اور وفاداری کو رکن دین قرار دیا ہے۔ مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ اس خطرناک فرقہ باطلہ کی سرکوبی کے لیے ضروری اقدامات اٹھائیں۔

حوالہ جات

حوالہ 7: "جامع ترمذی" کتاب الفتن، باب ما جاء لاتقوم الساعة حتیٰ یخرج کذابون، حدیث نمبر 2145۔

حدیث نمبر 5

”عَنْ عَبْدِ اللّٰہِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لَیَأْتِیَنَّ عَلٰی اُمَّتِیْ کَمَا اَتٰی عَلٰی بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ حَذْوَ النَّعْلِ بِالنَّعْلِ حَتّٰی اِنْ کَانَ مِنْھُمْ مَنْ اَتٰی اُمَّہٗ عَلَانِیَۃً لَکَانَ فِیْ اُمَّتِیْ مَنْ یَصْنَعُ ذَالِکَ وَاِنَّ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ تَفَرَّقَتْ عَلٰی ثِنْتَیْنِ وَسَبْعِیْنَ مِلَّۃً وَّتَفْتَرِقُ اُمَّتِیْ عَلٰی ثَلاثٍ وَّسَبْعِیْنَ مِلَّۃً کُلُّھُمْ فِی النَّارِ اِلاَّ مِلَّۃً وَّاحِدَۃً قَالُوْا وَمَنْ ھِیَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ مَا اَنَا عَلَیْہِ وَاَصْحَابِیْ۔“

ترجمہ:

”حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا میری امت پر ضرور ایک زمانہ آئے گا جیسا کہ بنی اسرائیل پر آیا جیسا کہ ایک جوتا دوسرے جوتے کے برابر یہاں تک کہ اگر ان (بنواسرائیل) میں سے کوئی اپنی ماں سے اعلانیہ گناہ کرے گا تو میری امت میں سے بھی کوئی اس طرح کرے گا۔ اور بیشک بنو اسرائیل بہتر فرقوں میں بٹ گئے اور میری امت تہتر فرقوں میں بٹ جائے گی۔ سب کے سب دوزخی ہوں گے ماسوائے ایک کے۔ صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ وہ کون ہیں؟ فرمایا: جو میرے اور میرے صحابہ کے طریقے پر ہونگے“ (9،8)

تشریح:

اور ایک اور روایت میں فرمایا:

”ھم اھل السنۃ و الجماعۃ۔“ (10)

ترجمہ: ”وہ نجات پانے والا گروہ ”اہلسنت وجماعت“ ہیں۔“

احیاء العلوم کی روایت جس میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نجات پانے والے گروہ کو اہلسنت و جماعت کا نام دیا اسکے بارے میں حافظ زین الدین عراقی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں:

"اسانیدھا جید۔"(11)

ترجمہ: ''اس کی سندیں عمدہ ہیں۔''

لفظ اہلسنت و جماعت میں اہل کا معنیٰ ہے پیروکار سنت سے مراد طریقہ نبویہ اور جماعت سے مراد صحابہ کبار کی جماعت ہے اور اہل سنت و جماعت کا معنیٰ ہے طریقہ نبویہ اور جماعت صحابہ کا پیروکار۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مسلم اور مومن جیسے الفاظ کی موجودگی میں ''اہلسنت و جماعت'' کے نئے لفظ کی ضرورت کیوں پڑی؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نورِ نبوت سے جانتے تھے کہ امت مسلمہ میں بہت سے فرقے پیدا ہوں گے اور یہ سب فرقے اپنے لیے مسلمانوں کی اصل جماعت کی طرح مسلم و مومن کا لفظ استعمال کریں گے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مسلمانوں کی اصل جماعت، اہل حق و اہل جنت کی شناخت کیلئے اہل سنت و جماعت کا لفظ تجویز کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اہل سنت و جماعت کو ہر زمانے میں اپنی خصوصی تائیدات سے نوازا اور خصوصی طور پر تمام اولیاء اللہ اہل سنت و جماعت میں پیدا کر کے اہلسنت و جماعت کی حقانیت کو چار چاند لگا دیئے۔

ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ کچھ عرصہ سے مخالفینِ اہلسنت نے بھی اپنے آپ کو اہلسنت کہنا شروع کر دیا ہے تو عوام المسلمین کو کیسے پتہ چلے گا کہ اصل اہل سنت کون ہیں؟

اس سوال کا جواب یہ ہے کہ

وہابی مذہب کے بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی نے جب عقائد اسلامیہ کو کفر وشرک قرار دیا اور بارگاہ رسالت میں گستاخیوں کی انتہاء کی تو دنیا بھر کے اہلسنت وجماعت کے اکابر علماء وفقہاء نے محمد بن عبدالوہاب نجدی اور اس کے پیروکاروں کو اہلسنت و جماعت سے خارج قرار دے کر ''وہابی'' کا نام دیا۔

اسی طرح جب ہندوستان کے کچھ علماء نے نبی اکرم ﷺ کے علم غیب کو جانوروں بچوں اور پاگلوں کے ساتھ تشبیہ دی اور شیطان کے علم کو نبی اکرم ﷺ کے علم سے زیادہ قرار دیا اور آپ ﷺ کے زمانہ اقدس کے بعد نئے نبی کے آنے کو ممکن قرار دیا تو اس وقت کے حرمین شریفین کے 34 اکابر علماء نے حسام الحرمین میں اور ہندوستان کے 268 اکابر علماء نے السوارم الہندیہ میں ان علماء اوران کے پیروکاروں کو اہلسنت وجماعت سے خارج قرار دے دیا۔

حوالہ جات

حوالہ8: ''جامع ترمذی'' کتاب الایمان عن رسول اللّٰہ ﷺ، باب ماجاء فی افتراق ھذہ الامۃ، حدیث نمبر 2565، جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 93 ۔

حوالہ9: ''معجم صغیر طبرانی'' باب العین، اسمہ عیسیٰ، جز: 1، صفحہ نمبر 304، رقم الحدیث 725۔

حوالہ10: ''احیاء علوم الدین'' امام محمد بن محمد غزالی رحمۃ اللّٰہ علیہ، جز نمبر 3، صفحہ نمبر 275۔

حوالہ11: ''المغنی عن حمل الاسفار فی الاسفار'' جلد: 3، صفحہ نمبر 225۔

حدیث نمبر 6

”عَنْ عُقْبَۃَ بْنِ عَامِرٍ قَالَ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم عَلٰی قَتْلٰی اُحُدٍ بَعْدَ ثَمَانِ سِنِیْنَ کَالْمُوَدِّعِ لِلْاَحْیَاءِ وَالْاَمْوَاتِ ثُمَّ طَلَعَ الْمِنْبَرَ فَقَالَ اِنِّیْ بَیْنَ اَیْدِیْکُمْ فَرَطٌ وَاَنَا عَلَیْکُمْ شَہِیْدٌ وَاِنَّ مَوْعِدَکُمُ الْحَوْضُ وَاِنِّیْ لَاَنْظُرُ اِلَیْہِ فِیْ مَقَامِیْ ھٰذَا وَاِنِّیْ قَدْ اُعْطِیْتُ مَفَاتِیْحَ خَزَائِنِ الْاَرْضِ وَاِنِّیْ لَسْتُ اَخْشٰی عَلَیْکُمْ اَنْ تُشْرِکُوْا بَعْدِیْ وَلٰکِنِّیْ اَخْشٰی عَلَیْکُمُ الدُّنْیَا اَنْ تَنَافَسُوْا فِیْھَا۔“

ترجمہ: ”حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شہداء غزوہ احد پر آٹھ سال کے بعد دعا فرمائی جیسا کہ آپ زندوں اور مردوں کو رخصت فرما رہے ہیں۔ پھر آپ منبر پر تشریف لائے، فرمایا: میں تمہارے آگے پیشرو ہوں اور میں تم پر گواہ ہوں اور تم سے وعدہ کی جگہ حوض کوثر ہے اور میں اسے اپنی اس جگہ سے دیکھ رہا ہوں اور بیشک مجھے زمین کے خزانوں کی چابیاں عطا کر دی گئی ہیں اور مجھے یقینا تمہارے بارے میں یہ خوف نہیں کہ تم میرے بعد شرک کرو گے، لیکن مجھے تمہارے بارے میں دنیا کا خوف ہے کہ تم اس میں رغبت کر جاؤ گے“ (12)

تشریح: اس حدیث مبارک سے درج ذیل باتیں ثابت ہوئیں: (1) قبروں کی زیارت سنتِ رسول ہے۔ (2) آپ کا فرمان کہ میں تم پر گواہ ہوں سے آپ کا امت پر حاضر وناظر ہونا ثابت ہوا۔ کیونکہ گواہ کیلئے ضروری ہے کہ موقع پر موجود ہو اور واقعہ کا اس نے مشاہدہ کیا ہو۔ (3) آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم زمین سے حوض کوثر کو دیکھ سکتے ہیں جو کہ سات آسمانوں سے اوپر ہے اس سے آپ کی وسعتِ نظر ثابت ہوئی۔ (4) آپ کو اللہ تعالیٰ نے خزانوں کی چابیاں عطا فرمادی ہیں۔ (5) آپ کی امت مشرک نہیں ہوگی اب جو لوگ جمہور امت کو مشرک کہتے ہیں وہ العیاذ باللہ اس حدیث نبوی پر ایمان نہیں رکھتے۔

حوالہ جات

حوالہ12: ”صحیح بخاری“ کتاب الجنائز، باب الصلوٰۃ علی الشھید، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 179، حدیث نمبر 1258۔

حدیث نمبر 7

''وَعَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَا یَنْبَغِیْ لِقَوْمٍ فِیْھِمْ اَبُوْبَکْرٍ اَنْ یَؤُمَّھُمْ غَیْرُہٗ۔''

ترجمہ:

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے فرماتی ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس قوم میں ابوبکر ہوں اس کے لائق ومناسب نہیں کہ امامت ابوبکر کے سوا کوئی اور کرے۔'' (13)

تشریح:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی آخری بیماری میں اکابر صحابہ واہل بیت میں سے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو 17 نمازوں کی امامت کا حکم فرمایا۔ درج بالا ارشاد بھی اسی موقع پر فرمایا۔ یہ ارشاد حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کی طرف واضح اشارہ ہے یہی وجہ ہے کہ وصال نبوی کے بعد تمام صحابہ اور اہل بیت رسول بغیر کسی اختلاف کے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت پر جمع ہو گئے۔ حتیٰ کہ عمّ رسول حضرت عباس رضی اللہ عنہ اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے بھی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر بیعت کی اور آپ کی اقتداء میں نمازیں ادا کیں اور ہمیشہ آپ کی بے حد تعریف وتوصیف کی جس کے حوالے سنی وشیعہ کتب میں موجود ہیں۔ یادر ہے کہ فقہاء اسلام کے نزدیک صحابہ کرام کے اجماع منصوص (یعنی جس بات پر تمام صحابہ کی رائے کھل کر متفق ہو جائے) کا انکار کفر ہے۔ لہٰذا فقہاء اسلام نے کتب فقہ میں لکھا ہے کہ جو شخص حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خلافت کا انکار کرے وہ کافر ہے۔

حوالہ جات

حوالہ13: ''جامع ترمذی'' کتاب المناقب، باب فی مناقب ابوبکر وعمر رضی اللّٰہ عنھما، حدیث نمبر 3606۔

حدیث نمبر 8

’’عَنِ ابْنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِذَا رَأَیْتُمُ الَّذِیْنَ یَسُبُّوْنَ أَصْحَابِیْ فَقُوْلُوْا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلٰی شَرِّکُمْ۔‘‘(14)

ترجمہ:

’’حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب تم ان لوگوں کو دیکھو جو میرے صحابہ کو برا کہتے ہیں تو کہو تمہاری اس برائی پر لعنت ہو۔‘‘

تشریح:

صحابی کی تعریف: صحابی کا لغوی معنیٰ ساتھی ہے اور شرع شریف میں صحابی اس انسان کو کہتے ہیں جو حالت ایمان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھے اور اگر نابینا ہو تو آپ کی مجلس میں بیٹھے اور پھر حالت ایمانی میں وفات پائے۔ کوئی مسلمان چاہے تمام فضائل و اعمال میں کتنا کمال حاصل کر لے کسی صحابی کا مرتبہ نہیں پا سکتا جس سے پتہ چلا کہ سب سے بڑا کمال اور نیکی رخ مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی حالت ایمان و بیداری میں زیارت ہے۔ تو جب کوئی شخص صحابی کے برابر نہیں ہوسکتا تو حضور محبوب خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جیسا کیسے ہوسکتا ہے۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

’’وَلَقَدْ عَفَا اللّٰہُ عَنْہُمْ۔‘‘

ترجمہ:’’اللہ تعالیٰ نے صحابہ کی غلطیوں کو معاف فرمادیا ہے۔‘‘ (15)

اور فرمایا:

’’وَکُلًّا وَّعَدَ اللّٰہُ الْحُسْنٰی۔‘‘(16)

ترجمہ: ''اور تمام (صحابہ) سے اللہ نے جنت کا وعدہ فرمالیا ہے۔''

نیز ارشاد فرمایا:

''رَضِیَ اللّٰہُ عَنۡھُمۡ۔''

ترجمہ: ''اللہ ان سے راضی ہو گیا۔'' (17)

لہٰذا کسی کے لیے جائز نہیں کہ وہ کسی صحابئ رسول پر تنقید کرے۔

مسلمان پر لعنت کرنا ممنوع ہے لیکن یہاں حکم ہے کہ صحابہ کرام کے دشمنوں کے شر پر لعنت بھیجو۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ ازواج مطہرات اور اصحاب رسول رضوان اللہ علیہم اجمعین کے دشمنوں سے دوستی کرنا ان سے رشتہ داری کرنا ان کی نماز جنازہ پڑھنا قطعاً جائز نہیں بلکہ ان کے شر پر لعنت بھیجنے کا حکم دیا گیا ہے۔

ایک حدیث مبارک میں ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ آخر زمانہ میں ایک قوم پیدا ہوگی جنہیں رافضی کہا جائیگا کیونکہ وہ اسلام کو رفض کر چکے ہوں گے۔ (یعنی چھوڑ چکے ہوں گے) وہ لوگ مشرکین ہیں۔ وہ اپنے آپ کو محبان اہلبیت کہیں گے مگر ہوں گے جھوٹے۔ کیونکہ جناب ابوبکر وعمر کو گالیاں دینگے۔ (مرقات، صواعق محرقہ)

روافض دشمنانِ صحابہ ہیں۔ خوارج دشمنان اہلبیت۔ ان کی دشمنی سے ان صحابہ و اہل بیت رضوان اللہ علیہم کے درجات تا قیامت بڑھتے رہیں گے۔ (مرقات)

حوالہ جات

حوالہ 14: ''جامع ترمذی'' کتاب المناقب، باب فیمن سب اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حدیث نمبر 3801 ترقیم الاحادیث ترقیم العلمیہ۔

حوالہ 15: ''قرآن مجید'' پارہ نمبر 4، سورہ آل عمرآن، آیت نمبر 155۔

حوالہ 16: ''قرآن مجید'' پارہ نمبر 5، سورہ نساء، آیت نمبر 95۔

حوالہ 17: ''قرآن مجید'' پارہ نمبر 11، سورہ توبہ، آیت نمبر 100۔

حدیث نمبر 9

’’عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلْحَسَنُ وَالْحُسَیْنُ سَیِّدَا شَبَابِ اَھْلِ الْجَنَّۃِ۔‘‘(18،19)

ترجمہ: ’’حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا حسن وحسین رضی اللہ عنہما جنتی نوجوانوں کے سردار ہیں۔‘‘

تشریح: اس حدیث مبارک میں سرورِ دوعالم نبی اکرم ﷺ نے حضرت امام حسن وحضرت امام حسین رضی اللہ عنہما کو جنتی نوجوانوں کا سردار قرار دے کر واضح فرمادیا ہے کہ یہ دونوں شہزادے روشنی کا مینار ہیں اور جنت میں وہی جائے گا جوان دونوں شہزادوں کی سرداری اور فیصلوں کو مانے گا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کی شان وعظمت کا احاطہ ممکن نہیں لیکن آپ کی سیرت طیبہ کا سب سے روشن پہلو یہ ہے کہ آپ کے بارے میں ارشادِ نبوی ہے:

’’اِبْنِیْ ھٰذَا سَیِّدٌ لَعَلَّ اللّٰہَ اَنْ یُصْلِحَ بِہٖ بَیْنَ فِئَتَیْنِ عَظِیْمَتَیْنِ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔‘‘

ترجمہ: ’’یعنی یہ میرا بیٹا سردار ہے امید ہے کہ اس کے ذریعے اللہ تعالیٰ مسلمانوں کی دو بڑی جماعتوں میں مصالحت کرادے گا۔‘‘(20،21)

جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بعد امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور گورنر شام حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے درمیان شدید اجتہادی اختلاف پیدا ہوا اور متعدد جنگوں میں ہزاروں مسلمان شہید ہوئے تو جنتی نوجوانوں کے سردار حضرت امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ عنہ نے اپنے والد حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کے چھ ماہ بعد اپنی خلافت وامامت سے دستبردار ہوکر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے ہاتھ پر

بیعت کر کے مسلمانوں کی شیرازہ بندی فرمائی۔

اب کئی لوگ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ اور حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہادی اختلافات کو غلط رنگ دے کر صحابی رسول کاتب وحی حضرت امیر معاویہ کی شان میں تبرا بازی کرتے ہیں جبکہ جنتی نوجوانوں کے سردار حضرت امام حسن وامام حسین رضی اللہ عنہما دونوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ سے مصالحت کی اور اس کے بعد تقریباً 20 سال تمام صحابہ وتمام اہل بیت اور دنیا بھر کے تمام مسلمان حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی خلافت وامامت پر متفق رہے۔ لہٰذا حدیث بالا کی رو سے جو شخص حضرت امام حسن وحسین رضی اللہ عنہما کے فیصلوں سے بغاوت کریگا وہ ان کی سرداری سے نکلے گا اور جو ان کی سرداری سے نکلے گا وہ جنتی نہیں ہوگا۔

دوسری طرف سید الشہداء امام حسین رضی اللہ عنہ کی پوری سیرت طیبہ روشنی کا مینار ہے لیکن آپ کا سب سے بڑا کردار یہ ہے کہ آپ نے یزید خبیث کے فسق وفجور کی بناء پر اس کی بیعت کرنے سے انکار فرمایا اور واضح فرمادیا کہ یزید مسلمانوں کا حاکم ہونے کی شرعی اہلیت نہیں رکھتا اور اس کی پاداش میں میدان کربلا میں فقید المثال قربانیاں پیش کیں

لہٰذا جو لوگ یزید خبیث کو امام برحق اور جنتی نوجوانوں کے سردار حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ کو باغی وغیرہ قرار دیتے ہیں وہ اس حدیث نبوی کے باغی ہیں اور ایسے لوگ امام حسین رضی اللہ عنہ کی سرداری سے نکل کر جہنم کی طرف رواں دواں ہیں۔

حوالہ جات

حوالہ 18: "جامع ترمذی" کتاب المناقب عن رسول اللّٰہ، باب مناقب الحسن والحسین، حدیث نمبر 3701۔

حوالہ 19: "صحیح ابن حبان" جز نمبر 15، صفحہ نمبر 412، حدیث: 6959۔

حوالہ 20: "صحیح بخاری" کتاب المناقب، باب علامات النبوۃ فی الاسلام، 3357۔

حوالہ 21: "سنن نسائی" کتاب المناقب، باب مخاطبۃ الامام وھو علی المنبر،

حدیث نمبر 10

’’وَعَنِ ابْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَا وَيَمَنِنَا قَالَ قَالُوْا وَفِیْ نَجدِنَا قَالَ قَالَ اَللّٰهُمَّ بَارِکْ لَنَا فِیْ شَامِنَا وَفِیْ يَمَنِنَا قَالَ قَالُوْا وَفِیْ نَجدِنَا قَالَ قَالَ هُنَاکَ الزَّلَازِلُ وَالْفِتَنُ وَبِهَا يَطْلَعُ قَرْنُ الشَّيْطَانِ۔‘‘ (22، 23)

ترجمہ: ’’حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی اے اللہ ہمارے لیے ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگوں نے کہا ہمارے نجد میں بھی۔ تو آپ نے دعا فرمائی اے اللہ ہمارے لئے ہمارے شام اور ہمارے یمن میں برکت فرما۔ راوی کہتے ہیں کہ لوگوں نے کہا یا رسول اللہ ہمارے نجد میں بھی۔ روای کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: وہاں زلزلے اور فتنے ہوں گے اور شیطان کا گروہ بھی وہیں سے ظاہر ہوگا۔‘‘

تشریح:

چاروں فقہوں (حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی) کے اکابر علماء نے صراحت کی ہے کہ اس حدیث کا مصداق بانی محمد بن عبدالوہاب نجدی ہے۔ اِن کے عقائد میں سے چند ایک درج ذیل ہیں: نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کی یادگاروں کی تعظیم کفر وشرک ہے۔ جو شخص نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو وسیلہ یا سفارشی مانے وہ کافر ہے۔ پہلے بت لات، عزیٰ اور صواع تھے اور اس دور کے بت محمد، علی اور عبدالقادر ہیں۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھے کہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی پکار سنتے ہیں وہ کافر ہے۔ ان لوگوں نے چاروں سلسلوں کے اولیاء کرام اور علماء اہلسنت کو کافر قرار دیا۔ اور روئے زمین کے اہلسنت کو واجب القتل قرار دے کر انہیں قتل کرنے اور ان کے اموال لوٹنے کو جائز قرار دیا۔ ان لوگوں نے حرمین پر حکومت برطانیہ کی امداد سے قبضہ کرنے کے بعد جنت المعلیٰ قبرستان جنت البقیع قبرستان اور شہداء احد وشہداء بدر کے مزارات کو بڑی

گستاخی کے ساتھ شہید کیا اور بے شمار تاریخی مساجد اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور آپکے آل و اصحاب کی مقدس یادگاروں کو بڑی گستاخی کے ساتھ مسمار کردیا۔ حدیث بالا میں ان عقائد خبیثہ اورکارہائے شنیعہ کی پیش گوئی ہے

حالانکہ ارشاد باری ہے:

”یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لاَ تَتَّخِذُوا الْیَھُودَ وَ النَّصٰرٰی اَوْلِیَاءَ بَعْضُھُمْ اَوْلِیَآئُ بَعْضٍ وَ مَنْ یَّتَوَلَّھُمْ مِّنْکُمْ فَاِنَّہٗ مِنْھُمْ“(24)

ترجمہ:”اے ایمان والو! یہود و نصاریٰ کو دوست نہ بناؤ وہ آپس میں ایک دوسرے کے دوست ہیں اور جو بھی تم میں سے انہیں دوست بنائیگا تو وہ انہی میں سے ہوگا“

انہی لوگوں نے خلافت عثمانیہ کو ختم کرنے اور حجاز مقدس سے اہلسنّت و جماعت کی حکومت ختم کرنے میں حکومت برطانیہ کیساتھ ملکر اسلام شکن اقدامات اٹھائے

حوالہ جات

حوالہ22: ”صحیح بخاری“ کتاب الجمعة، باب ما قیل فی الزلازل والایات،

حوالہ23: ”مسند احمد“ مسند المکثرین من الصحابہ، حدیث نمبر 4450۔

حوالہ24: ”قرآن مجید“ پارہ نمبر 6، سورہ مائدہ، آیت: 51۔

حدیث نمبر 11

’’عَنْ أَبِیْ سَھْلَۃَ السَّائِبِ بْنِ خَلَّادٍ اَنَّ رَجُلاً أَمَّ قَوْماً فَبَصَقَ فِی الْقِبْلَۃِ وَرَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یَنْظُرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم لِقَوْمِہٖ حِیْنَ فَرَغَ لَایُصَلِّیْ لَکُمْ فَأَرَادَ بَعْدَ ذَالِکَ اَنْ یُصَلِّیَ لَھُمْ فَمَنَعُوْہُ فَاَخْبَرُوْہُ بِقَوْلِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فَذَکَرَ ذَالِکَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم فَقَالَ نَعَمْ وَحَسِبْتُ اَنَّہٗ قَالَ اِنَّکَ قَدْ آذَیْتَ اللّٰہَ وَرَسُوْلَہٗ۔‘‘

ترجمہ:

’’حضرت ابوسہلہ سائب بن خلاد رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا بے شک ایک شخص نے ایک قوم کی امامت کی اور قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دیکھ رہے تھے جب وہ فارغ ہوا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی قوم سے کہا یہ تمہیں (آئندہ) نماز نہ پڑھائے۔ پھر جب وہ شخص نماز پڑھانے لگا تو لوگوں نے اسے جماعت کرانے سے روک دیا اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ارشاد کے بارے میں اطلاع دی تو اس شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اس کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا ہاں (راوی کہتے ہیں) میرا خیال ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا بیشک تو نے اللہ اور اس کے رسول کو ایذا دی ہے۔‘‘ (25)

تشریح:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے قبلہ کی بے ادبی کرنے والے شخص کی اقتدا سے لوگوں کو منع فرمایا لہٰذا جو لوگ دن رات شان نبوت و رسالت میں گستاخیاں کرتے ہیں اور گستاخیوں

میں ڈوبے ہوئے ہیں انکے پیچھے کیسے نماز جائز ہوسکتی ہے؟

بدمذاہب سے متعلق ارشادِ نبوی ہے:

" فَلَا تُؤَا كِلُوْهُمْ وَلَا تُشَارِبُوْهُمْ وَلَا تُصَلُّوْا مَعَهُمْ وَلَا تُصَلُّوْ عَلَيْهِمْ۔"(26)

ترجمہ: "پس ان (نئے پیدا ہونے والے فرقوں) کے ساتھ کھانا نہ کھاؤ اور ان کے ساتھ پانی نہ پیو اور ان کے ساتھ نماز نہ پڑھو اور ان کی نماز جنازہ بھی نہ پڑھو۔"

حوالہ جات

حوالہ 25: i "مشکوٰۃ المصابیح" صفحہ نمبر 63۔

ii "سنن ابوداؤد" باب فی کراہیۃ البزاق فی المسجد، حدیث نمبر 407

حوالہ 26: کنز العمال، الفصل اول فی فضائل الصحابۃ، الرقم: 32529

★★★★★★★

★★★★★

حدیث نمبر12

”عَنْ اَبِیْ الدَّرْدَاءِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَکْثِرُوْا عَلَیَّ الصَّلٰوۃَ یَوْمَ الْجُمُعَۃِ فَاِنَّہٗ مَشْھُوْدٌ تَشْھَدُہُ الْمَلَائِکَۃُ وَاِنَّ اَحَدًا لَمْ یُصَلِّ عَلَیَّ اِلَّا عُرِضَتْ عَلَیَّ صَلٰوتُہٗ حَتّٰی یَفْرُغَ مِنْھَا قَالَ قُلْتُ وَبَعْدَ الْمَوْتِ قَالَ اِنَّ اللّٰہَ حَرَّمَ عَلَی الْاَرْضِ اَنْ تَاْکُلَ اَجْسَادَ الْاَنْبِیَاءِ، فَنَبِیُّ اللّٰہِ حَیٌّ یُرْزَقُ۔“

ترجمہ: ”حضرت ابودرداء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جمعہ کے دن مجھ پر زیادہ درود پڑھو کیونکہ وہ حاضری کا دن ہے اس میں فرشتے حاضر ہوتے ہیں اور بیشک کوئی بھی مجھ پر درود نہیں پڑھتا مگر اس کا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے جب تک کہ وہ اس سے فارغ نہ ہوجائے۔ راوی نے کہا میں نے عرض کیا اور آپ کی وفات کے بعد؟ تو آپ نے فرمایا بیشک اللہ نے زمین پر انبیاء کے جسموں کو کھانا حرام کردیا ہے۔ اللہ کا نبی زندہ ہوتا ہے اسے رزق دیا جاتا ہے۔“

تشریح: صحیح سنن ابن ماجہ صفحہ نمبر 118 کی اس حدیث مبارک سے ثابت ہوا کہ جمعہ کے روز نسبتاً زیادہ درود شریف پڑھنا چاہیے۔

ایک حدیث مبارک میں یہ بھی فرمایا (جمعہ کے روز) زیادہ درود شریف پڑھنے والا قیامت کے روز میرے زیادہ قریب ہوگا۔ نیز اس حدیث مبارک سے حیات النبی کا مسئلہ بھی روز روشن کی طرح ثابت ہوا اور یہ بھی ثابت ہوا کہ آنحضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی قبر اطہر میں دنیا بھر سے اپنے غلاموں کے درود شریف کی آواز سنتے ہیں اور دوسری روایات کے مطابق آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے غلاموں کو سلام کا جواب بھی فرماتے ہیں۔

جبکہ طبرانی شریف کی روایت ہے جسے امام جوزی نے بھی نقل کیا ہے:

''لَیْسَ مِنْ عَبْدٍ یُصَلِّی عَلَیَّ اِلَّا بَلَغَتْنِیْ صَلٰوتُہٗ حَیْثُ کَانَ۔''

ترجمہ: ''نہیں ہے کوئی بندہ جو مجھ پر درود پڑھے گا (یعنی وفات کے بعد) مگر اس کی آواز مجھے پہنچے گی جہاں بھی وہ ہوگا۔''

''مجمع الزوائد'' باب ما یحصل لامتہ من استغفارہ بعد وفاتہ، جلد نمبر 9، صفحہ: 24، طبع قاہرہ اور صحیح ابن حبان میں سند صحیح کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: میری زندگی تمہارے لیے بہتر ہے تم مجھ سے باتیں کرتے ہو اور

''وَ فَاتِیْ خَیْرٌ لَّکُمْ تُعْرَضُ عَلَیَّ اَعْمَالُکُمْ فَمَا رَأَیْتُ مِنْ خَیْرٍ حَمِدْتُّ اللّٰہَ عَلَیْہِ وَ مَا رَأَیْتُ مِنْ شَرٍّ اسْتَغْفَرْتُ اللّٰہَ لَکُمْ۔''

ترجمہ: ''میری وفات بھی تمہارے لیے بہتر ہے تمہارے اعمال مجھ پر پیش کیے جاتے ہیں جو اچھا عمل دیکھوں گا اس پر اللہ کی تعریف کروں گا اور جو برا عمل دیکھوں گا اس پر اللہ سے تمہارے لیے استغفار (طلب بخشش) کروں گا۔''

الحمدللہ! اس حدیث مبارک میں قبر کے اندر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا زندہ ہونا اور شفیع ہونا ثابت ہو رہا ہے۔ امام بخاری کے استاد حافظ ابوبکر بن ابی شیبہ اپنے مصنف میں صحیح سند کیساتھ روایت کرتے ہیں:

''عَنْ مَالِکِ الدَّارِ وَ کَانَ خَازِنَ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ عَلَی الطَّعَامِ قَالَ اَصَابَ النَّاسَ قَحطٌ فِیْ زَمَنِ عُمَرَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ فَجَاءَ رَجُلٌ (اَیْ بِلَالُ ابْنُ حَارِثِ الْمُزْنِی رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ) اِلٰی قَبْرِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اسْتَسْقِ لِاُمَّتِکَ فَاِنَّھُمْ قَدْ ھَلَکُوْا فَاَتِیَ الرَّجُلُ فِی الْمَنَامِ فَقِیْلَ لَہٗ اِئْتِ عُمَرَ فَاَقْرِأْہُ السَّلَامَ وَ اَخْبِرْہُ اَنَّکُمْ مُسْقَوْنَ۔''

ترجمہ: ''حضرت مالک الدار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے اور آپ حضرت عمر

فاروق رضی اللہ عنہ کے کھانے کی اشیاء کے خازن تھے آپ نے فرمایا کہ لوگ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانے میں قحط میں مبتلا ہو گئے تو ایک شخص (صحابی رسول حضرت بلال بن حارث مزنی رضی اللہ عنہ) نبی کریم ﷺ کی قبر انور پر حاضر ہوئے اور عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! اپنی امت کیلئے بارش کی دعا فرمائیں کیونکہ لوگ ہلاکت کے قریب پہنچ چکے ہیں۔ چنانچہ انہیں خواب میں زیارت ہوئی اور انہیں فرمایا گیا تم عمر کے پاس جاؤ اور انہیں سلام کہو اور انہیں بتاؤ کہ تمہیں باران رحمت سے نوازا جا رہا ہے۔'' (27،28)

ان احادیث مبارک سے درج ذیل مسائل ثابت ہوئے:

(1) نبی اکرم ﷺ قبر انور میں زندہ ہیں۔

(2) آپ ﷺ اپنے غلاموں کی فریادیں سنتے ہیں۔

نیز اس سے اہل قبور کا سننا ثابت ہوا۔

(3) اہل قبور سے مدد مانگنا سنت صحابہ ہے۔

(4) آپ ﷺ کو وسیلہ بنانا سنت صحابہ ہے۔

(5) آپ قبر انور میں شافع ہیں، یہ صحابہ کا عقیدہ ہے۔

(6) یا رسول اللہ کہنا اور اس کلمہ کے ذریعے رسول اللہ ﷺ سے امداد مانگنا سنت صحابہ ہے۔ نیز اس سے نعرہ رسالت ثابت ہوا۔

(7) آپ ﷺ بارش کب ہوگی اور آئندہ کے دیگر حالات جانتے ہیں۔

حوالہ جات

حوالہ27: ''مصنف ابن ابی شیبہ'' جز: 6، صفحہ: 356، حدیث: 32002، مکتبۃ الرشد ریاض۔ وجلد12 صفحہ:32۔

حوالہ28: ''کنز العمال'' جلد نمبر 8، صلوٰۃ الاستسقاء، حدیث نمبر 23535۔

حدیث نمبر 13

''عَبۡدُ الرَّزَّاقِ عَنۡ مَعۡمَرٍ عَنِ ابۡنِ الۡمُنۡکَدِرِ عَنۡ جَابِرٍ قَالَ سَأَلۡتُ رَسُوۡلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم عَنۡ اَوَّلِ شَیۡءٍ خَلَقَهُ اللّٰہُ تَعَالٰی؟ فَقَالَ: هُوَ نُوۡرُ نَبِیِّکَ یَا جَابِرُ خَلَقَهُ اللّٰہُ، ثُمَّ خَلَقَ فِیۡهِ کُلَّ خَیۡرٍ، وَ خَلَقَ بَعۡدَهٗ کُلَّ شَیۡءٍ وَ حِیۡنَ خَلَقَهٗ اَقَامَهٗ مِنۡ مَقَامِ الۡقُرۡبِ اِثۡنَیۡ عَشَرَ اَلۡفَ سَنَةٍ ...... فَالۡعَرۡشُ وَالۡکُرۡسِیُّ مِنۡ نُّوۡرِی وَالۡکَرُوۡبِیُّوۡنَ مِنۡ نُوۡرِیۡ وَالرَّوۡحَانِیُّوۡنَ وَالۡمَلَائِکَةُ مِنۡ نُوۡرِی، وَالۡجَنَّةُ وَمَا فِیۡهَا مِنَ النَّعِیۡمِ مِنۡ نُّوۡرِیۡ، وَمَلَائِکَةُ السَّمٰوَاتِ السَّبۡعِ مِنۡ نُّوۡرِی، وَالشَّمۡسُ وَالۡقَمَرُ وَالۡکَوَاکِبُ مِنۡ نُّوۡرِی، وَالۡعَقۡلُ وَالتَّوۡفِیۡقُ مِنۡ نُّوۡرِیۡ، وَاَرۡوَاحُ الرُّسُلِ وَالۡاَنۡبِیَاءِ مِنۡ نُّوۡرِیۡ، وَالشُّهَدَاءُ وَالسُّعَدَاءُ وَالصَّالِحُوۡنَ مِنۡ نِتَاجِ نُّوۡرِیۡ...... ثُمَّ خَلَقَ اللّٰہُ آدَمَ مِنَ الۡاَرۡضِ فَرَکَّبَ فِیۡهِ النُّوۡرَ فِیۡ جَبِیۡنِهٖ ثُمَّ انۡتَقَلَ مِنۡهُ اِلٰی شِیۡثٍ وَکَانَ یَنۡتَقِلُ مِنۡ طَاهِرٍ اِلٰی طَیِّبٍ وَّمِنۡ طَیِّبٍ اِلٰی طَاهِرٍ، اِلٰی اَنۡ اَوۡصَلَهُ اللّٰہُ صُلۡبَ عَبۡدِ اللّٰہِ بۡنِ عَبۡدِ الۡمُطَّلِبِ وَمِنۡهُ اِلٰی رِحۡمِ اُمِّیۡ آمِنَةَ بِنۡتِ وَهۡبٍ ثُمَّ اَخۡرَجَنِیۡ اِلَی الدُّنۡیَا فَجَعَلَنِیۡ سَیِّدَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ وَخَاتَمَ النَّبِیِّیۡنَ وَرَحۡمَةً لِّلۡعَالَمِیۡنَ وَقَائِدَ الۡغُرِّ الۡمُحَجَّلِیۡنَ وَهٰکَذَا کَانَ بَدۡئُ خَلۡقِ نَبِیِّکَ یَا جَابِرُ۔''

حوالہ: ''مصنف عبد الرزاق'' جز اول، بتحقیق الدکتور عیسیٰ بن عبداللّٰہ، حدیث نمبر 18 ۔

ترجمہ:

''(امام بخاری کے دادا استاد محدث کبیر حافظ) عبدالرزاق نے معمر سے انہوں نے منکدر سے انہوں نے (صحابی رسول) حضرت جابر سے روایت کیا۔ آپ نے فرمایا میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے اللہ تعالیٰ کی سب سے پہلی مخلوق کے بارے میں سوال کیا تو فرمایا اے جابر وہ تمہارے نبی کا نور ہے جسے اللہ نے پیدا کیا پھر اس نور میں ہر قسم کا خیر پیدا

کیا اور ہر شئی اس کے بعد پیدا کی اور جب اس کو پیدا کیا تو اسے اپنے سامنے مقام قرب میں ۱۲ ہزار سال تک رکھا............پس عرش اور کرسی میرے نور سے ہیں اور مقرب فرشتے میرے نور سے ہیں اور روحانی مخلوق اور فرشتے میرے نور سے ہیں اور جنت اور اس کی نعمتیں میرے نور سے ہیں اور سات آسمانوں کے فرشتے میرے نور سے ہیں اور سورج اور چاند ستارے میرے نور سے ہیں اور عقل اور توفیق میرے نور سے ہیں۔ انبیاء اور رسل کی روحیں میرے نور سے ہیں۔ شہداء، سعداء اور صالحین میرے نور سے ہیں............پھر اللہ تعالیٰ نے آدم (علیہ السلام) کو زمین سے پیدا کیا۔ ان کی پیشانی میں نور رکھا پھر وہ نور شیث (علیہ السلام) کی طرف منتقل ہوا اور ایک طیب سے ایک طاہر کی طرف اور ایک طاہر سے ایک طیب کی طرف منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ اس نور کو اللہ تعالیٰ نے عبداللہ بن عبدالمطلب کی پشت میں اور ان سے میری والدہ آمنہ بنت وہب کی رحم میں منتقل کیا۔ پھر مجھے اللہ تعالیٰ دنیا میں لایا پس اس نے مجھے سید المرسلین، خاتم النبیین رحمۃ للعالمین اور اپنے مقرب بندوں کا قائد بنا دیا۔ اے جابر اس طرح تیرے نبی کی پیدائش کی ابتداء ہوئی۔''

تشریح:

اس صحیح الاسناد حدیث سے ثابت ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے مخلوقات میں سب سے پہلے ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نور کو پیدا کیا اور پھر آپ کے نور سے تمام اشیاء کو پیدا کیا اسی لیے محققین نے دیگر وجوہ کے علاوہ حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو بلا تقیید و تخصیص رحمۃ للعالمین اس معنیٰ میں بھی قرار دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کائنات کے ایک ایک ذرے کو نور مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پیدا فرمایا اور آپ کو مصدر کائنات اور پوری کائنات کے لیے فیض الٰہی کے حصول کا واسطہ کبریٰ ہونے کا شرف عطا فرمایا ہے۔ اس بناء پر علماء

اہلسنّت نے رحمۃ للعالمین کو حضور نبی اکرم ﷺ کی صفت خاصہ قرار دیا ہے جبکہ مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو اور فریقِ مخالف کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی نے اپنے ملفوظات میں اپنے پیر ومرشد حاجی امداد اللہ مہاجر مکی کو رحمۃ للعالمین قرار دے کر اور فریقِ مخالف کے سب سے بڑے مفتی رشید احمد گنگوہی نے اپنے فتاویٰ رشیدیہ میں رحمۃ للعالمین کے صفت خاصہ ہونے کی نفی کر کے نیز نجدی فکر کے کئی علماء نے رحمۃ للعالمین کا ترجمہ تخصیص کے ساتھ کر کے تنقیص رسالت مصطفی کا ارتکاب کیا ہے۔

نیز اس صحیح الاسناد حدیث مبارکہ سے رسول اللہ ﷺ کے تمام آباؤ و اجداد کا طیب وطاہر ہونا ثابت ہوا جبکہ قرآن مجید سورہ توبہ آیت نمبر 28 میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ۔''

ترجمہ: ''مشرکین ناپاک ہیں۔''

لہٰذا آپ ﷺ کے والدین اور تمام آباء کرام و امہات عظام کا موحد ہونا ثابت ہوا۔ نیز رسول اللہ ﷺ کی زبان اقدس سے ذکر میلاد سے ذکر میلاد کا مسنون ہونا ثابت ہوا

اس صحیح الاسناد حدیث کی بناء پر اہلسنّت کا عقیدہ ہے کہ نبی اکرم ﷺ کی حقیقت نور ہے آپ محض بشر نہیں بلکہ نوری بشر ہیں۔ محدث عبدالرزاق رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مصنف میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صحیح الاسناد روایت فرمائی ہے کہ

''آپ ﷺ کا سایہ نہ تھا اور آپ جب بھی سورج کی روشنی میں کھڑے ہوتے تو آپ ﷺ کے جسم اقدس کی روشنی سورج کی روشنی پر غالب رہتی اور جب بھی چاند کی

روشنی میں ٹھہرتے تو آپ کی روشنی چاند کی روشنی پر غالب ٹھہرتی۔"

اور سنن دارمی میں روایت ہے:

"عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَفْلَجَ الثَّنِیَّتَیْنِ اِذَا تَکَلَّمَ رُأِیَ کَالنُّوْرِ یَخْرُجُ مِنْ بَیْنِ ثَنَایَاہُ۔" (29)

ترجمہ:"حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ثنایا (دو اوپر اور دو نیچے درمیانے دانتوں) میں کھڑکیاں تھیں جب آپ کلام فرماتے تو آپکے ثنایا دانتوں میں سے نور سا نکلتا تھا۔"

اور ایک اور روایت میں ہے کہ جب آپ ہنستے تھے تو (نور سے) دیواریں روشن ہوجاتی تھیں۔ ایک روایت ہے کہ جب بھی آپ مسرور ہوتے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا چہرہ شیشہ کی مانند ہوجاتا تھا اور چہرہ میں سے اشیاء کی صورتیں نظر آتی تھیں اور دیواریں بھی آپ کے چہرہ میں نظر آتی تھیں۔ اسی طرح آپ کے جسم مبارک، آپ کے دہن مبارک، آپ کے پسینہ مبارک، آپ کے خون مبارک حتیٰ کہ آپ کے پیشاب مبارک سے عجیب وغریب خوشبو برآمد ہوتی تھی اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: جب آپ بیت الخلاء سے باہر تشریف لاتے تو کوئی چیز نظر نہ آتی، میں صرف خوشبو کا مشاہدہ کرتی۔

(تفصیل کیلئے دیکھئے خصائص کبریٰ علامہ جلال الدین سیوطی)

حوالہ جات

حوالہ:"مصنف عبدالرزاق" جزاول، بتحقیق الدکتور عیسیٰ بن عبداللّٰہ حدیث نمبر 18 وغیرہ۔

حوالہ29: "سنن دارمی" کتاب ابواب متفرقہ فی صفات النبی الخ، باب فی حسن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، جز:1، صفحہ:34، حدیث نمبر58۔ ومشکوٰۃ المصابیح۔

حدیث نمبر 14

''وَعَنْ اَنَسٍ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اِنَّ اَہْلَ مَکَّۃَ سَأَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَنْ یُّرِیَہُمْ اٰیَۃً فَاَرَاہُمُ الْقَمَرَ شَقَّیْنِ حَتّٰی رَأَوْ حِرَاءً بَیْنَہُمَا۔''(30، 31)

ترجمہ:

''حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے بے شک اہل مکہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم انہیں کوئی نشانی دکھائیں تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انہیں چاند کے دوٹکڑے دکھائے حتیٰ کہ انہوں نے حراء کو دوٹکڑوں کے درمیان دیکھا''

تشریح:

اس حدیث مبارک سے پتہ چلتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو کس قدر وسیع اختیارات عطا فرمائے ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قریش کو چاند کے دوٹکڑے کر کے دکھادیئے۔

مرأۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ میں ہے کہ علامہ خرپوتی نے شرح قصیدہ بردہ میں لکھا ہے کہ یمن کا سردار حبیب ابن مالک ابوجہل کی دعوت پر مکہ معظّمہ آیا تھا تا کہ اسلام کا زور کم کرے لوگوں کو اسلام سے روکے اس نے ابوجہل وغیرہ کے ساتھ یہ مطالبہ کیا تھا کہ آپ ہم کو آسمانی معجزہ یعنی چاند کے دوٹکڑے کر کے دکھائیں۔ حضور انور نے ان سب کو صفا پہاڑ پر لے جا کر یہ معجزہ دکھایا۔ پھر وہ بولا کہ اب یہ معجزہ دکھائیں کہ بتائیں میرے دل کو کیا دکھ

ہے۔فرمایا تیری بیٹی ہے سطیحہ نام کی جو آنکھوں سے اندھی کانوں سے بہری پاؤں سے لنگڑی زبان سے گونگی ہاتھوں سے لنجی ہے۔جا اسے اللہ نے شفا دے دی۔حبیب نے فوراً کلمہ پڑھا اور جب گھر پہنچا تو دروازہ کھولتے ہی وہ بے دست و پالڑکی سطیحہ آئی۔باپ کو دیکھ کر اس نے بھی کلمہ پڑھا۔

حبیب بولا تجھے یہ کلمہ کون پڑھا گیا ابھی تو اس ملک میں وہ کلمہ نہیں آیا۔وہ بولی میں نے اس حلیہ کے بزرگ کو خواب میں دیکھا جو کہتے ہیں بیٹی تیرے باپ کو ہم مکہ میں کلمہ پڑھا رہے ہیں تو یہاں کلمہ پڑھ لے تجھے اللہ نے شفا بھی بخش دی۔میں جاگی تو تندرست تھی اور یہ کلمہ زبان پر جاری تھا۔(خرپوتی)

حوالہ جات

حوالہ 30: ”صحیح بخاری“ کتاب المناقب، باب انشقاق القمر، حدیث نمبر 3579، وجلد نمبر 1، صفحہ نمبر 513۔

حوالہ 31: ”صحیح مسلم“ کتاب صفۃ القیامۃ والجنۃ والنار، باب انشقاق القمر۔

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

حدیث نمبر15

’’عَنْ جَابِرِ ابْنِ سَمُرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ اِنِّیْ لَاَعْرِفُ حَجَراً بِمَكَّةَ كَانَ يُسَلِّمُ عَلَیَّ قَبْلَ اَنْ اُبْعَثَ اِنِّیْ لَاَعْرِفُهُ الْاٰنَ۔‘‘

ترجمہ:

’’حضرت جابر بن سمرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بے شک میں مکہ مکرمہ میں اس پتھر کو پہچانتا ہوں جو بعثت (اعلان نبوت) سے پہلے مجھ پر سلام عرض کرتا تھا۔ بے شک میں اسے آج بھی پہچانتا ہوں۔‘‘(32،33)

تشریح: یہ واقعہ ارحاصات نبویہ میں سے ایک ارحاص ہے۔ کسی نبی کے ہاتھ پر جو خلاف عادت واقعہ اعلان نبوت کے بعد ظاہر ہو تو اسے معجزہ کہتے ہیں اور جو خلاف عادت واقعہ اعلان نبوت سے پہلے ظاہر ہوا سے ارحاص کہتے ہیں۔

پتھر جو سلام پیش کرتا تھا اس کے الفاظ جامع ترمذی کی روایت کے مطابق:

’’السلام علیک یارسول اللّٰہ‘‘

ہیں اور مقاصد حسنہ سخاوی کے مطابق ہیں:

’’الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللّٰہ‘‘

نجدی فرقوں (مودودی، دیوبندی اور نام نہاد اہلحدیث وغیرہ) کا مذہب ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے نبی اکرم ﷺ کو اپنے نبی ہونے کے بارے میں کوئی علم نہ تھا اور بعض منہ پھٹ لوگوں نے تو لکھا کہ ’’آپ بھولے بھٹکے ہوئے تھے۔‘‘

’’ووجدک ضالا فھدی‘‘(34)

کا ترجمہ مدرسہ دیوبند کے پرنسپل مولوی محمود الحسن نے یوں کیا:

’’اور پایا تجھ کو بھٹکتا پھر راہ سمجھائی۔‘‘ (العیاذ باللہ)

اہل حدیثوں کے مفسر علامہ وحید الزمان نے یوں ترجمہ کیا:

''اور اس نے تجھ کو بھولا بھٹکا پایا پھر راہ پر لگایا۔''

اور جماعت اسلامی کے بانی مودودی نے تفہیم القرآن میں ترجمہ کیا:

''اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی۔''

اور مودودی نے ترجمان القرآن اکتوبر 1973ء میں لکھا ہے:

''نبوت کے منصب پر سرفراز ہونے سے پہلے آپ اس بات سے بالکل بے خبر تھے کہ آپ نبی بنائے جانے والے ہیں۔''

حیرت ہے کہ اعلان نبوت سے پہلے پتھر آپ کو پہچانتے تھے اور یارسول اللہ کہہ کر صلوٰۃ وسلام عرض کرتے تھے اور آپ یہ صلوٰۃ وسلام پتھروں سے سنتے بھی تھے تو یہ عقیدہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے کہ آپ کو اپنے نبی ورسول ہونے کا علم نہیں تھا؟

اہلسنت وجماعت کا عقیدہ ہے کہ حضور رحمۃ للعالمین ﷺ اعلان نبوت سے پہلے بھی جانتے تھے کہ آپ نبی ہیں اور آپ ہدایت یافتہ اور انتہائی اعلیٰ سیرت کے مالک تھے اور پوری قوم آپ ﷺ کو صادق وامین کے لقب سے پکارتی تھی اور آپ کو اعلان نبوت سے پہلے بھولا، بھٹکا، یا بھٹکتا، یا ناواقف راہ کہنا آپ کی شان اقدس میں بہت بڑی گستاخی ہے۔

حوالہ جات

حوالہ32: "صحیح مسلم" کتاب الفضائل، باب فضل نسب النبی ﷺ الخ، حدیث نمبر 4222، ترقیم علمیہ۔

حوالہ33: "مسند احمد" کتاب اول مسند البصریین، باب حدیث جابر بن سمرہ، حدیث 19912۔

حوالہ34: "قرآن مجید" پارہ نمبر 30، سورہ ضحی، آیت نمبر 7۔

حدیث نمبر 16

''عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَنْ صَلّٰی عَلَیَّ صَلٰوۃً وَّاحِدَۃً صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ عَشْرَ صَلَوَاتٍ وَّحُطَّتْ عَنْہُ عَشْرُ خَطِیَّاتٍ وَّرُفِعَتْ لَہٗ عَشْرُ دَرَجَاتٍ۔''

ترجمہ:

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جس نے مجھ پر ایک بار درود شریف پڑھا تو اللہ اس پر دس رحمتیں نازل فرماتا ہے، اس کے دس گناہ معاف کردیئے جاتے ہیں اوراسکے دس درجے بلند کردیئے جاتے ہیں'' (35)

تشریح:

بخاری شریف میں ہے حضرت ابوالعالیہ فرماتے ہیں اللہ تعالیٰ کے درود سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرشتوں کے پاس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعریف فرماتا ہے اور آپ کی شان وعزت بڑھاتا ہے۔اور بندوں کا درود یہ ہے کہ بندے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان وعزت بڑھانے کی دعا کریں اور آپ کی تعریف بیان کریں۔

لہٰذا درود شریف کسی بھی زبان اور الفاظ میں جائز ہے صرف نماز کے اندر درود ابراہیمی سنت ہے لیکن نماز سے باہر کسی بھی الفاظ میں درود شریف جائز ہے بلکہ سنت صحابہ سے بھی ایسا ثابت ہے جیسا کہ ''صلی اللہ علیہ وسلم'' کے الفاظ۔

نیز اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ (یعنی اے اللہ کے رسول آپ پر درود اور سلام ہو) بھی قرآن مجید کے حکم

''یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا''

ترجمہ: ''اے ایمان والو تم ان پر درود بھیجو اور سلام بھیجو۔''

کی تعمیل ہے لہٰذا درست ہے۔

جامع ترمذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ میں مکہ مکرمہ کے نواح میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ تھا تو جو پہاڑ اور درخت سامنے آتا تو عرض کرتا ''السلام علیک یارسول اللہ'' اور مقاصد حسنہ میں ''الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ'' کے الفاظ بھی موجود ہیں۔ امام شہاب الدین خفاجی فرماتے ہیں:

''کانوا یقولون فی تحیتہ الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ۔''

ترجمہ:

'صحابہ کرام تحفہ سلام میں الصلوٰۃ والسلام علیک یارسول اللہ کہتے تھے'(36)

حدیث بالا کی رو سے کسی بھی وقت (اگرچہ اذان سے پہلے ہو یا بعد) درود پڑھنے والے کو حدیث پاک میں بیان کردہ فوائد حاصل ہوجاتے ہیں۔ دیگر احادیث سے ثابت ہے کہ درود شریف پڑھنے سے خوشحالی آتی ہے مصائب اور پریشانیوں سے نجات ہوتی ہے۔ درود شریف رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم خود سنتے ہیں اور اس کے جواب میں دعائیہ کلمات ارشاد فرماتے ہیں۔ نیز جس نے سب سے زیادہ درود شریف پڑھا ہوگا وہ روزِ قیامت سب سے زیادہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قریب ہوگا اور سب سے زیادہ آپکی شفاعت کا حقدار ہوگا۔ الغرض درود شریف اللہ تعالیٰ اور اسکے رسول صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے قرب کے حصول کا بہترین ذریعہ ہے

مسئلہ: درود شریف میں تخفیف کرنا جیسے ؐ لکھنا سخت گناہ ہے۔ نبی علیہ السلام کے ذاتی نام مبارک محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور احمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ درود نہ پڑھنے والا یا نہ لکھنے والا اللہ تعالیٰ کی رحمت سے محروم ہے۔

حوالہ جات

حوالہ35: سنن نسائی، کتاب السھو، باب الفضل فی الصلوٰۃ علی النبی، حدیث نمبر 1280۔

حوالہ36: ''نسیم الریاض شرح شفاء شریف'' جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 454۔

حدیث نمبر 17

’’عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَنْ اَحْدَثَ فِیْ اَمْرِنَا ھٰذَا مَا لَیْسَ مِنْہُ فَھُوَ رَدٌّ۔‘‘

ترجمہ:

’’ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو ہمارے اس کام (دین) میں ایسی نئی چیز پیدا کرے جو اس (دین) میں سے نہ ہوتو وہ مردود (غیر مقبول) ہے۔‘‘ (37،38)

تشریح:

اس حدیث پاک میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بدعت (دین میں نئی بات) کو دو حصوں میں تقسیم فرمادیا۔

ایک نئی بات وہ ہے جو دین میں سے نہیں ہے یعنی دین میں اس نئی بات پر کوئی دلیل نہیں ملتی بلکہ وہ نئی بات دین کے مخالف اور متصادم ہے (جیسے بدعقیدہ فرقوں کے گستاخانہ عقیدے) تو ایسی نئی بات مردود اور دوزخ میں لے جانے والی ہے۔ایسی بدعت کو بدعت سیئہ (بری ایجاد) کہتے ہیں۔

دوسری وہ نئی بات جو دین میں سے ہے۔یعنی وہ ہے تو نئی لیکن دین کے مخالف نہیں اور کسی نہ کسی دلیل شرعی سے صراحتاً یا ارشارۃً ثابت ہے تو وہ مردود نہیں ایسی بدعت کو

بدعت حسنہ اور سنۃ الاسلام بھی کہا جاتا ہے اور ہمیشہ سے امت مسلمہ نے ایسی نئی چیزوں کو اپنایا ہے اس کی مثال ترجمہ قرآن، کتب احادیث اور تمام دیگر دینی کتب، تعلیم کے نئے طریقے اور نصاب، ختم گیارہویں وجشن میلاد اور دیگر تعلیمی، تبلیغی وتربیتی پروگرام ہیں۔

یاد رہے!

نبی علیہ السلام نے اچھی اور مفید نئی چیزوں کو اپنانے کا حکم دیا ہے اور اس پر ثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم میں ہے آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''جو اسلام میں اچھا طریقہ رائج کرے تو اس کیلئے اس کا اجر ہے اور بعد میں جو اس پر عمل کرے اس کے برابر بھی اجر ہے۔''(39)

حوالہ جات

حوالہ37: "صحیح مسلم" کتاب الاقضیه، باب نقض الاحکام الباطله ورد محدثات الامور، حدیث نمبر 3242۔

حوالہ38: "صحیح بخاری" کتاب الصلح، باب اذا الصطلحوا علیٰ صلح جور الخ، حدیث نمبر 2499۔ ترقیم الاحادیث ترقیم العلمیه۔

حوالہ39: "صحیح مسلم" کتاب الزکاۃ، باب الحث علی الصدقة الخ، حدیث نمبر 1691۔ وغیره من کتب الحدیث۔

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

حدیث نمبر 18

’’عَنْ سَعْدِابْنِ عُبَادَةَ قَالَ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ اِنَّ اُمَّ سَعْدٍ مَّاتَتْ فَاَیُّ الصَّدَقَةِ اَفْضَلُ؟ قَالَ الْمَاءُ۔ فَحَفَرَ بِئْرًا اَوْ قَالَ ھٰذِہٖ لِاُمِّ سَعْدٍ۔‘‘ (40)

ترجمہ: ’’حضرت سعد بن عبادہ (رضی اللہ عنہ) سے روایت ہے، انہوں نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بے شک سعد کی والدہ وفات پا گئی ہیں تو کونسا صدقہ بہتر ہے؟ آپ نے فرمایا: پانی۔ تو انہوں نے ایک کنواں کھودا اور کہا: یہ سعد کی والدہ کیلئے ہے‘‘

تشریح:

(1) اس حدیث مبارک سے ایصال ثواب (اپنی نیکی کا ثواب دوسرے مسلمان کو بخش دینا) ثابت ہوا اور ثابت ہوا کہ ختم گیارہویں شریف، ختم قل، ختم چہلم، اعراس بزرگان دین اور ایصال ثواب کی تمام محافل جائز و مستحب ہیں۔

(2) صدقہ ضروری نہیں کہ گوشت یا کالی بکری کا دیا جائے پانی یا کسی اور چیز کا صدقہ بھی دیا جاسکتا ہے۔ اس حدیث کے تحت فقہاء کرام نے فرمایا کہ صدقہ ایسی چیز کا دیا جائے جس سے ضرورتمند کی ضرورت آسانی سے پوری ہو سکے۔

(3) اس حدیث سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کے نام کی چیز پر ان بزرگوں کا نام پکارنا جائز ہے جن کو اس چیز کا ثواب پہنچانا ہو۔ دیکھیں صحابیٔ رسول حضرت سعد رضی اللہ عنہ نے کنواں اللہ تعالیٰ کے نام صدقہ کیا لیکن اس صدقہ کے کنویں کے بارے میں کہا کہ یہ کنواں سعد کی ماں کا ہے۔ اگر صدقہ پر غیر اللہ کا نام پکارنا ناجائز ہوتا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت سعد رضی اللہ عنہ کو منع فرماتے نیز یہ کہ اس کنویں کا نام ’’بیر ام سعد‘‘ مشہور ہے اور کبھی کسی عالم نے اس کی مخالفت نہیں کی۔

حوالہ جات

حوالہ 40: ’’سنن ابی داؤد‘‘ کتاب الزکوۃ، باب فی فضل سقی الماء، حدیث نمبر 1431، ترقیم العلمیہ، وسنن نسائی وغیرھم من کتب الحدیث۔

حدیث نمبر 19

”عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی قَالَ مَنْ عَادیٰ لِیْ وَلِیًا فَقَدْ آذَنْتُہُ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْئٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْہِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتیّٰ اَحْبَبْتُہُ فَاِذَا اَحْبَبْتُہُ فَکُنْتُ سَمْعَہُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِہٖ وَبَصَرَہُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِہٖ وَیَدَہُ الَّتِیْ یَبْطِش بِھَا وَرِجْلَہُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِھَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّہُ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّہُ۔“ (41، 42)

ترجمہ:

”حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: جوشخص میرے کسی ولی (بندہ مقرب) سے عداوت رکھے تو میں اس سے اعلان جنگ کرتا ہوں، اور میرا بندہ کسی اور میری پسندیدہ چیز کے ذریعے میرا قرب نہیں پاتا جتنا کہ فرائض کے ذریعے (میرا قرب پاتا ہے) اور میرا بندہ نفل (زائد) عبادات کے ذریعے ہمیشہ میرا قرب پاتا رہتا ہے یہاں تک کہ میں اس سے محبت فرماتا ہوں جب میں اس سے محبت کرتا ہوں تو میں اس کے کان ہوجاتا ہوں جن سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھیں ہوجاتا ہوں جن سے وہ دیکھتا ہے اور اس کے ہاتھ ہوجاتا ہوں جن سے وہ پکڑتا ہے اور اس کے پاؤں ہوجاتا ہوں جن سے وہ چلتا ہے اور اگر وہ مجھ سے مانگے تو اسے ضرور عطاء کرتا ہوں اور اگر وہ مجھ سے پناہ مانگے تو اسے ضرور پناہ عطاء فرماتا ہوں۔“

تشریح:

بخاری شریف کی اس صحیح حدیث سے روز روشن کی طرح ثابت ہوجاتا ہے کہ محبوبانِ خدا پر جب اللہ تعالیٰ کے انوار وتجلیات کا نزول ہوتا ہے اور وہ صفات الٰہیہ کا مظہر

بن جاتے ہیں تو ان کی جسمانی قوتیں، سننا دیکھنا، پکڑنا، چلنا عام انسانوں کی طرح نہیں ہوتیں بلکہ دوریاں اور فاصلے ختم ہوجاتے ہیں اور جہاں میں جہاں چاہیں دور ونزدیک سے سننے دیکھنے اور امداد کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں۔

قرآن مجید میں ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے درباریوں سے کہا تم میں سے کون ہے جو بلقیس کا تخت اسکے پہنچنے سے پہلے میرے پاس لائے؟ تو ایک جن کے بعد ایک عالم ربانی (آصف بن برخیا رضی اللہ عنہ) نے کہا:

"انا اتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک"

ترجمہ: ''میں اسے آپ کی آنکھ جھپکنے سے بھی پہلے لاتا ہوں۔''

حوالہ: "قرآن مجید" پارہ: 19، سورہ نمل، آیت: 40۔

کتب تفاسیر کے مطابق حضرت سلیمان علیہ السلام اس وقت ملک شام میں تھے اور بلقیس کا تخت صنعاء یمن میں تھا تو سلیمان علیہ السلام کی امت کے ایک ولی اللہ وہ بہت بڑا تخت ایک پل مارنے سے پہلے ایک ملک سے اٹھا کر دوسرے ملک میں لے آئے۔ جس سے واضح ہے کہ اللہ کے بندوں سے مدد مانگنا اور انہیں مدد کے لیے پکارنا حضرت سلیمان علیہ السلام کی سنت ہے۔ نیز اس سے محبوبان خدا کا دور سے دیکھنا اور تصرف کرنا روز روشن کی طرح واضح ہے۔

اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا مدینہ منورہ میں خطبۂ جمعہ کے دوران عراق میں جنگ لڑنے والے سپہ سالار حضرت ساریہ رضی اللہ عنہ کو فرمانا

"یاساریۃ الجبل"

ترجمہ: ''یعنی اے ساریہ! پہاڑ کے ساتھ ہوجاؤ۔''

اور حضرت ساریہ کا آپ کی آواز سن کر اس پر عمل پیرا ہونے کی وجہ سے فتح یاب ہونا بھی محبوبان خدا کے غیر معمولی تصرفات کی دلیل ہے۔

اور یہ ولایت الٰہیہ کا کوئی دنیاوی عہدہ نہیں کہ وفات سے ختم ہوجائے بلکہ ذات حی

وقیوم کی دوستی اور اس کا قرب، وفات کے بعد بھی برقرار رہتا ہے۔لہٰذا وہ اپنی قبروں سے بھی اہل دنیا کو فیض عطا فرماتے ہیں اور امداد کرنے کی پہلے سے زیادہ صلاحیت رکھتے ہیں۔

جیسا کہ روایات معتبرہ سے ثابت ہے کہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین جنگوں اور مشکلات میں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو امداد کیلئے بعد از وصال دور دراز کے علاقوں سے پکارتے تھے۔

مفسر قرآن حافظ ابن کثیر دمشقی جنگ یمامہ کے بارے میں لکھتے ہیں:

”وکان شعارھم یومئذ یا محمداہ۔“

ترجمہ: ”یعنی جنگ یمامہ میں جس کی قیادت حضرت خالد بن ولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرما رہے تھے۔ صحابہ کرام کا مخصوص لفظ (یعنی شناخت ونشان) یا محمداہ (یعنی اے محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہماری مدد فرمائیں) تھا۔“ (43)

نیز احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی عالم برزخ میں خصوصی امداد سے پچاس نمازوں میں تخفیف ہوئی اور نمازیں پچاس کی بجائے پانچ رہ گئیں

اور حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب ہمعات میں غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں لکھا ہے:

ترجمہ: ”یعنی اسی لئے بزرگان دین نے کہا کہ وہ اپنی قبر میں زندہ بزرگوں کی طرح تصرف فرماتے ہیں۔“

حوالہ جات

حوالہ 41: ”صحیح بخاری“ کتاب الرقاق، باب التواضع، حدیث نمبر: 6021۔

حوالہ 42: ”صحیح ابن حبان“ جز نمبر 2، صفحہ نمبر 58، 347۔

حوالہ 43: ”البدایۃ والنھایۃ“ جلد نمبر 7 :، صفحہ نمبر 221۔

حدیث نمبر 20

’’عَنْ مُعَاذِ ابْنِ جَبَلٍ أَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لَمَّا بَعَثَہٗ اِلَی الْیَمَنِ قَالَ کَیْفَ تَقْضِیْ اِذَا عَرَضَ لَکَ قَضَاءٌ قَالَ اَقْضِیْ بِکِتَابِ اللّٰہِ قَالَ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ قَالَ فَبِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ فَاِنْ لَمْ تَجِدْ فِیْ سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَلَا فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ قَالَ اَجْتَہِدُ رَأْیِیْ وَلَا اٰلُوْ۔ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صَدْرَہٗ وَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لِمَا یُرْضِیْ رَسُوْلَ اللّٰہِ۔‘‘

ترجمہ: حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جب انہیں یمن بھیجا تو فرمایا جب تمہیں کوئی مقدمہ پیش آئے تو کیسے فیصلہ کرو گے؟ عرض کی میں اللہ کی کتاب کے ساتھ فیصلہ کروں گا۔ فرمایا اگر تم اسے کتاب اللہ میں نہ پاؤ؟ عرض کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کے ساتھ۔ فرمایا اگر تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور کتاب اللہ میں نہ پاؤ؟ عرض کی میں اپنی عقل و رائے کے ساتھ اجتہاد و استنباط کروں گا اور کوتاہی نہیں کروں گا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا ہاتھ ان کے سینہ پر مارا اور فرمایا ساری تعریف اس اللہ کیلئے ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بھیجے ہوئے شخص کو اس بات کی توفیق دی جو اللہ کے رسول کو راضی کر دے۔‘‘ (44،45)

تشریح: یمن کے لوگ اسلام لائے اور یمن اسلامی ریاست میں شامل ہوا تو حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر، قاضی، معلم اور امام مجتہد بنا کر اہل یمن پر انکی اطاعت وتقلید کو لازم فرمایا۔

اس حدیث پاک سے ثابت ہوا کہ مسائل کا حل سب سے پہلے کتاب اللہ سے نکالا جائے گا اگر کتاب اللہ سے حل معلوم نہ ہو تو سنت رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے حل نکالا جائے گا اور اگر کتاب وسنت سے کسی مسئلہ کا حل معلوم نہ ہو تو اجتہاد و قیاس کے ذریعے مسائل کا حل

نکالا جائے گا۔ جبکہ دیگر دلائل (مثلاً لا یجتمع امتی علی الضلالۃ یعنی میری امت گمراہی پر جمع نہیں ہوگی) سے اجماع امت (کسی مسئلہ کے حکم پر امت کے اہل رائے متفق ہوجائیں) کا حجت شرعیہ ہونا بھی ثابت ہے۔

یہ حدیث مبارک واضح نص ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے حضرت معاذ بن جبل انصاری کو غیر منصوص مسائل میں اجتہاد کرنے کی اجازت فرمائی۔ نیز اس میں واضح اشارہ ہے کہ اہل یمن پر مسائل اجتہادیہ میں حضرت معاذ بن جبل انصاری کی تقلید شخصی (مسائل عملیہ اجتہادیہ میں کسی مخصوص امام کی پیروی) کو لازم فرمایا جس سے واضح ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ اقدس میں بھی جہاں لوگوں کی رسائی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک مشکل تھی وہاں تقلید شخصی کی اجازت تھی لہٰذا وصال نبوی کے بعد دور تابعین اور دور تبع تابعین میں بدرجہ اولی عامۃ المسلمین کیلئے کسی مجتہد امام کی تقلید شخصی ثابت ہوئی۔

یہی وجہ ہے کہ چند مٹھی بھر غیر مقلدین کے علاوہ پوری امت مسلمہ کے عوام وخواص حتیٰ کہ کتب صحاح ستہ کے محدثین، بڑے بڑے مفسرین فقہاء اسلام اور اکابر اولیاء امت نے ہر دور میں کسی ایک امام مجتہد کی تقلید شخصی اختیار کی۔ حدیث نبوی ہے:

''اتبعوا السواد الاعظم فانہ من شذ شذ فی النار۔''

ترجمہ: ''تم بڑی جماعت کی پیروی اختیار کرو جو بڑی جماعت سے علیحدہ ہوا اسے نار جہنم میں ڈالا جائیگا۔'' حوالہ: مستدرک حاکم کتاب العلم صفحہ 217 بیروت

الحمدللہ! مسلمانوں کے سواد اعظم نے ہر دور میں ائمہ اربعہ امام اعظم ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی اور امام احمد کی تقلید شخصی کی ہے لہٰذا اسکی مخالفت سواد اعظم کے راستے سے انحراف ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ شتر بے مہار بننے والوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

حوالہ جات

حوالہ 44: ''سنن ابو دائود'' کتاب الاقضیہ، باب اجتہاد الرأی فی القضاء، 3592۔

حوالہ 45: ''مسند احمد'' کتاب مسند النصار، باب حدیث معاذ بن جبل، حدیث نمبر 21000۔ جامع ترمذی وغیرھم من کتب الحدیث۔

حدیث نمبر 21

"عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ لَوْ کَانَ الدِّیْنُ عِنْدَ الثُّرَیَّا لَذَھَبَ بِہٖ رَجُلٌ مِّنْ فَارِسَ اَوْ قَالَ مِنْ اَبْنَاءِ فَارِسَ حَتّٰی یَتَنَاوَلَہٗ۔"

ترجمہ: "حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا: اگر دین ثریا کے پاس ہوگا تو بیشک فارس کا ایک شخص اسے وہاں سے بھی حاصل کرلے گا۔" (46،47،48)

تشریح: حدیث میں ثریا سے مراد سات اکٹھے ستارے ہیں جو برج ثور کے اردگرد گھومتے ہیں۔ شارح بخاری امام ابن حجر مکی، عظیم مفسر ومحدث علامہ جلال الدین سیوطی، سند المحدثین شاہ ولی اللہ محدث دہلوی اور دیگر بے شمار محدثین حتی کہ غیر مقلدین وہابیہ (نام نہاد اہلحدیث) کے مسلمہ بزرگ نواب صدیق حسن بھوپالی نے اپنی کتاب الحِطہ میں لکھا ہے کہ اس حدیث کا مصداق امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ ہیں جو کہ فارسی النسل تھے۔ امام اعظم ابوحنیفہ (ولادت 80ھ وفات 150ھ) نے ہی سب سے پہلے قرآن وحدیث سے مسائل شرعیہ استنباط کرکے (یعنی نکال کر) اصول وقوانین وضع کئے اور آپ نے لاکھوں مسائل استنباط کرکے امت مسلمہ کی دینی رہنمائی فرمائی۔

آپ نے ایک لاکھ سے زائد شاگرد چھوڑے۔ امام مالک نے آپ سے خود استفادہ کیا۔ امام شافعی اور امام احمد بن حنبل آپ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں اور امام بخاری وامام مسلم جیسے سینکڑوں محدثین آپ کے شاگردوں کے شاگرد ہیں۔ دوتہائی امت مسلمہ نے آپ کی تقلید (پیروی) اختیار کی ہے۔ حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ جیسے اکابرین اسلام سمیت پاک وہند کے مسلمانوں نے (ماسوائے چند غیر

مقلدین کے) آپ ہی کی تقلید (پیروی) کی ۔ آپ کی فقہ ہی ریاستی قوانین کے تقاضے پورے کرتی ہے اسی لئے تاریخ اسلام شاہد ہے کہ کسی بھی ملک میں جب اسلامی قوانین کا نفاذ ہوا تو فقہ حنفی ہی کا نفاذ کیا گیا آپ کے فضائل وکمالات اور خدمات دینیہ ان گنت ہیں ۔

فجزاھم اللّٰہ تعالیٰ احسن الجزاء۔

شیخ المشائخ حضرت سیدنا داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف **کشف المحجوب** میں فرماتے ہیں (جس کا خلاصہ یہ ہے) :

''میں ملک شام میں حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ کی قبر مبارک پر سویا ہوا تھا۔ خواب میں دیکھتا ہوں کہ مسجد حرام میں ہوں اور حضور نبی اکرم ﷺ ایک بزرگ کو آغوش میں بچے کی طرح لئے ہوئے باب بنوشیبہ سے داخل ہو رہے ہیں ۔ میں نے آگے بڑھ کر آپ ﷺ کی قدم بوسی کی اور آپ ﷺ سے پوچھنے کا ارادہ کیا کہ یہ شخص کون ہے؟ تو آپ ﷺ میرے دل کے ارادے سے واقف ہو گئے اور فرمایا:

''یہ تیرا اور تیری قوم کا امام ابوحنیفہ ہے'' ۔

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں اس خواب کی تعبیر یہ ہے کہ دیگر اماموں سے اجتہاد میں غلطی ہو سکتی ہے لیکن امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ سے غلطی نہیں ہو سکتی کیونکہ آپ کو نبی اکرم ﷺ نے خود سنبھالا دیا ہوا ہے اور آپ ﷺ خود امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی سرپرستی فرما رہے ہیں ۔

حوالہ جات

حوالہ46: ''صحیح مسلم'' کتاب فضائل الصحابة، باب فضل فارس، حدیث نمبر 4618، ترقیم العلمیہ۔

حوالہ47: ''مسند احمد'' باقی مسند المکثرین، مسند ابی ھریرة رضی اللّٰہ عنہ، حدیث 7735، ترقیم الاحادیث ترقیم العلمیہ۔

حوالہ48: ''صحیح بخاری'' کتاب تفسیر القرآن، باب قولہ وآخرین منھم الخ، بطریق آخر، حدیث نمبر 4518۔

حدیث نمبر22

’’عَنْ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ اَبِیْ اَوْفٰی قَالَ کَانَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِذَا قَالَ بِلَالٌ قَدْ قَامَتِ الصَّلٰوۃُ نَھَضَ فَکَبَّرَ۔ (49)

ترجمہ: ’’حضرت عبداللہ بن ابی اوفٰی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب بلال قدقامت الصلوٰۃ کہتے تو رسول اللہ نماز کیلئے اٹھ کھڑے ہوتے اور تکبیر تحریمہ کہتے۔‘‘

تشریح: ثابت ہوا کہ اقامت (تکبیر) بیٹھ کر سننا سنت ہے اور اقامت کے آخر میں کھڑے ہونا سنت ہے۔ امام بخاری کے دادا استاذ محدث عبدالرزاق اپنی مصنف میں روایت کرتے ہیں کہ حضرت عطیہ تابعی نے فرمایا:

’’ہم صحابی رسول حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ اقامت شروع ہوئی تو ہم کھڑے ہوگئے تو حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا بیٹھ جاؤ جب قدقامت الصلوٰۃ کہنے لگے تو کھڑے ہونا۔‘‘

محدث عبدالرزاق روایت فرماتے ہیں کہ صحابہ کرام مکروہ جانتے تھے کہ نمازی اقامت کے شروع میں کھڑا ہوجائے۔

مندرجہ بالا حکم تب ہے جب امام اور مقتدی دونوں مسجد میں موجود ہوں اور اگر امام موجود نہ ہو یعنی حجرہ میں ہو تو سنت یہ ہے کہ اقامت ہونے پر مقتدی کھڑے نہ ہوں جب تک کہ امام کو مصلیٰ کی طرف آتے نہ دیکھ لیں، صحیح بخاری وصحیح مسلم میں ارشاد نبوی ہے:

’’اِذَا اُقِیْمَتِ الصَّلٰوۃُ فَلَا تَقُوْمُوْا حَتّٰی تَرَوْنِیْ۔‘‘

ترجمہ: ’’جب اقامت نماز کہی جائے تو مت کھڑے ہونا جبتک مجھے نہ دیکھ لو۔‘‘

نوٹ: آج کل جو مروج ہو چکا ہے کہ امام کی موجودگی میں لوگ اقامت سے پہلے کھڑے ہوجاتے ہیں اس پر کوئی دلیل نہیں نیز یہ خلاف سنت ہے۔

حوالہ جات

حوالہ49: ’’سنن بیہقی‘‘ کتاب الصلوٰۃ، باب من زعم انه یکبر الخ، جز: 2، صفحہ نمبر 304، حدیث نمبر 2345۔

حدیث نمبر 23

”عَنْ جَابِرٍ قَالَ خَرَجَ اِلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَقَالَ مَالِیْ اَرَاکُمْ رَافِعِی اَیْدِیَکُمْ کَاَنَّھَا اَذْنَابُ خَیْلٍ شُمُسٍ اُسْکُنُوْا فِی الصَّلٰوۃِ۔“

ترجمہ:

”حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے تو فرمایا: کیا ہوا میں تمہیں رفع یدین کرتے دیکھ رہا ہوں سرکش گھوڑے کی دم کی طرح، تم نماز میں سکون اختیار کیا کرو!“ (50، 51، 52)

تشریح:

اس حدیث کو امام مسلم نے تین مختلف روایتوں سے نقل کیا ہے۔ امام مسلم کی تینوں روایتوں، صحیح ابن حبان کی روایت اور مسند امام احمد کی روایت کا حوالہ درج کر دیا گیا ہے۔ جبکہ مزید حوالہ جات بھی دئے جاسکتے ہیں۔ اس حدیث پاک میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز میں رفع یدین (رکوع میں جاتے اور اٹھتے ہوئے ہاتھ اٹھانے) سے منع فرمایا ہے۔ جبکہ جامع ترمذی، سنن ابوداؤد، سنن نسائی، مسند امام احمد، مصنف ابن ابی شیبہ (استاذ امام بخاری وامام مسلم)، مسند ابویعلی، سنن بیہقی کبیر، طحاوی اور دیگر کتب احادیث میں ہے:

”قَالَ عَبْدُاللّٰہِ بْنُ مَسْعُوْدٍ اَلَا اُصَلِّیْ بِکُمْ صَلٰوۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم؟

ترجمہ: یعنی حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے آپ نے فرمایا: کیا میں تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نماز نہ پڑھاؤں؟

فَصَلّٰی فَلَمْ یَرْفَعْ یَدَیْہِ اِلَّا فِیْ اَوَّلِ مَرَّۃٍ۔“ (53، 54، 55)

ترجمہ: پس آپ نے نماز پڑھی اور پہلی بار کے علاوہ رفع یدین نہ کیا۔“

اس حدیث مبارکہ کو محدثین عظام کے علاوہ نام نہاد اہلحدیثوں کے اکابرین امام ابن حزم ظاہری، محمد ناصر الدین البانی، علامہ احمد محمد شاکر مصری وغیرہم نے بھی صحیح قرار دیا ہے۔ جبکہ مسند ابو یعلیٰ میں ہے کہ

ترجمہ: ''عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، حضرت ابو بکر، اور حضرت عمر کے ساتھ نماز پڑھی تو وہ ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے مگر نماز کے شروع میں، اور راوی محمد فرماتے ہیں کہ وہ تکبیر اولیٰ کے بعد ہاتھ نہیں اٹھاتے تھے۔''(56)

نوٹ: بخاری شریف میں رکوع میں جانے اور اٹھنے کے وقت رفع یدین کی روایت حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

امام طحاوی شرح معانی الآثار جلد نمبر 1 صفحہ نمبر 163 میں صحیح سند کے ساتھ روایت فرماتے ہیں کہ

''حضرت عبد اللہ بن عمر تکبیر اولیٰ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔''

پھر امام طحاوی فرماتے ہیں:

یہی عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رفع یدین کی روایت فرماتے ہیں پھر خود رفع یدین ترک کرتے ہیں تو اس سے ثابت ہو گیا کہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کے نزدیک رفع یدین کے عمل نبوی کا منسوخ ہونا ثابت ہو چکا تھا۔

عینی شرح بخاری میں ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما نے ایک آدمی کو رکوع کے وقت رفع یدین کرتے دیکھا تو فرمایا:

''لَا تَفْعَلْ فَإِنَّهُ شَيْئٌ فَعَلَهُ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثُمَّ تَرَكَهُ۔''

ترجمہ: ''یعنی یہ نہ کر یہ ایک ایسا فعل ہے جسے رسول اللہ نے کیا اور پھر چھوڑ دیا''

یہ روایت بھی رفع یدین کی حدیثوں کے منسوخ ہونے کی دلیل ہے۔

امام بخاری اور امام مسلم کے استاذ محدث ابوبکر ابن ابی شیبہ نے صحیح سند کیساتھ روایت کیا ہے کہ حضرت عبداللہ بن مسعود اور حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہما کے شاگرد تکبیر اولیٰ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

عمدۃ القاری شرح بخاری میں ہے کہ چاروں خلفاء راشدین اور دیگر عشرہ مبشرہ سب کے سب تکبیر اولیٰ کے علاوہ رفع یدین نہیں کرتے تھے۔

امام بیہقی نے سند صحیح سے روایت کیا ہے کہ ''حضرت اسود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں میں نے حضرت عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ کو دیکھا کہ آپ نے صرف تکبیر اولیٰ کے وقت رفع یدین فرمایا اور آپ اس کے بعد اس عمل کا اعادہ نہیں فرماتے تھے۔''

حوالہ جات

حوالہ 50: ''صحیح مسلم'' کتاب الصلوٰۃ، باب الامر بالسکون فی الصلوٰۃ الخ، جلد: 1، صفحہ: 181، حدیث: 601۔

حوالہ 51: ''صحیح ابن حبان'' کتاب الصلوٰۃ، باب صفۃ الصلوٰۃ، جز: 5، صفحہ نمبر 197، حدیث نمبر 1878۔

حوالہ 52: ''مسند امام احمد'' جز نمبر 6، صفحہ نمبر 111، حدیث 20450۔

حوالہ 53: ''جامع ترمذی'' کتاب الصلوٰۃ، باب ماجاء ان النبی ﷺ لم یرفع الا فی اول مرہ، حدیث: 238، صفحۃ: 59۔

حوالہ 54: ''سنن ابی داؤد'' کتاب الصلوٰۃ، باب من لم یذکر الرفع عند الرکوع، حدیث: 639-640، صفحہ: 109۔

حوالہ 55: ''سنن نسائی'' کتاب الافتتاح، باب ترک ذالک، حدیث نمبر 1016، صفحہ نمبر 158۔

حوالہ 56: ''ابویعلیٰ'' مسند ابن مسعود، جز 8 صفحہ 453 حدیث نمبر 5039۔

حدیث نمبر 24

''عَن وَائِلِ ابنِ حُجرٍ قَالَ رَأَیتُ النَّبیَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَضَعَ یَمِیْنَہٗ عَلٰی شِمَالِہٖ فِی الصَّلٰوۃِ۔ وفی روایۃ اخریٰ یَضَعُ یَمِیْنَہٗ عَلیٰ شِمَالِہٖ فِی الصَّلٰوۃِ تَحتَ السُّرَّۃِ۔'' (57)

ترجمہ:

'حضرت وائل ابن حجر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا میں نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا کہ آپ نے نماز میں دایاں ہاتھ بائیں کے اوپر ناف کے نیچے رکھا۔''

تشریح:

امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں:

''من السنۃ وضع الکف علی الکف فی الصلوٰۃ تحت السرۃ۔''

ترجمہ: ''ہتھیلی پر ہتھیلی کا ناف کے نیچے رکھنا سنت ہے۔'' (58)

اصول حدیث میں یہ بات مسلم ہے کہ صحابی جب کسی چیز کو سنت کہے تو اس سے مراد سنت نبوی ہوتی ہے۔

نیز فطرت بھی یہ ہے کہ انسان اگر ہتھیلی پر ہتھیلی رکھ کر ہاتھ چھوڑ دے تو ناف کے نیچے آتے ہیں نیز یہ کہ سینہ پر ہاتھ رکھنے کی روایت ضعیف ہے اور سینہ پر ہاتھ رکھنے کی ضرورت عورتوں کو ہے نہ کہ مردوں کو۔

حوالہ جات

حوالہ57: ''مصنف ابن ابی شیبہ'' جلد 1 صفحہ نمبر 390، وجزا، صفہ 343۔
حوالہ58: سنن ابو داؤد، مسند احمد، سنن بیہقی، سنن دار قطنی۔

حدیث نمبر25

’’عَنْ اَنَسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ صَلّٰی رَسُوْلُ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَلَمَّا قَضٰی قَالَ اَتَقْرَؤُوْنَ خَلْفَ الْاِمَامِ وَالْاِمَامُ یَقْرَئُ فَقَالُوْا اِنَّا نَفْعَلُ فَقَالَ لَاتَفْعَلُوْا۔‘‘

ترجمہ:

’’حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی تو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز مکمل فرمائی تو فرمایا کیا تم امام کے پیچھے قرأت کرتے ہو؟ حالانکہ امام بھی قرأت کررہا ہوتا ہے تو انہوں نے کہا بیشک ہم کرتے ہیں تو فرمایا یہ نہ کیا کرو۔‘‘(59، 60)

تشریح:

جامع ترمذی، موطا امام مالک، مسند عبدالرزاق اور دیگر کتب میں حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے:

’’من صلی رکعۃً لم یقرأ فیھا بام القرآن فلم یصلھا الا ان یکون وراء الامام۔‘‘ قال الترمذی ھٰذا حدیث حسن صحیح۔

ترجمہ:’’جوکوئی نماز پڑھے اس میں سورۂ فاتحہ نہ پڑھے تو اس نے نماز ہی نہ پڑھی مگر یہ کہ امام کے پیچھے ہو (یعنی تب نہ پڑھے)، یہ حدیث حسن صحیح ہے: امام ترمذی۔‘‘

امام بخاری ومسلم کے دادا استاد امام محمد اپنے موطا میں صحیح سند کے ساتھ روایت کرتے ہیں:

’’ان النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قال من کان لہ امام فقرأۃ الامام لہ قرأۃ۔‘‘

ترجمہ:’’بیشک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو امام کی اقتداء میں ہو تو امام کی قرأت اس

کی قرأت ہے۔"

یہ حدیث صحاح ستہ میں سے سنن ابن ماجہ، مسند احمد، اور مصنف عبدالرزاق وغیرہ میں بھی موجود ہے۔

تفسیر درمنثور وغیرہ میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز پڑھائی تو ایک گروہ نے آپ کے پیچھے قرأت کی تو یہ آیت مبارکہ نازل ہوئی:

"واذاقرئ القرآن فاستمعوا لہ وانصتوا۔"(61)

ترجمہ:"اور جب قرآن کی قرأت کی جائے تو اسے سنو اور خاموش رہو۔"

امام بخاری ومسلم کے استاذ امام ابوبکر ابن ابی شیبہ نے اپنے مصنف میں روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہم امام کے پیچھے قرأت سے منع فرماتے تھے۔ نیز روایت کیا ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے فرمایا جس نے امام کے پیچھے قرأت کی تو اسکی نماز نہیں ہوئی۔

امام بخاری ومسلم کے دادا استاذ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ مؤطا امام محمد میں روایت فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

"لیت فی فم الذی یقرأ خلف الامام حجر۔"

ترجمہ:"کاش کہ اس آدمی کے منہ میں پتھر ہو جو امام کے پیچھے قرأت کرتا ہے۔"

حوالہ جات

حوالہ59: "شرح معانی الاثار" امام طحاوی رحمۃ اللہ علیہ، کتاب الصلوٰۃ۔

حوالہ60: "صحیح ابن حبان" جلد5، صفحہ152 حدیث 1844۔ ومجمع الزوائد

حوالہ61: "قرآن مجید" پارہ نمبر 9، سورہ اعراف، آیت نمبر 204۔

حدیث نمبر 26

”عَنْ أَبِیْ ھُرَیْــرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ اِذَا قَالَ الْاِمَامُ غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَاالضَّآلِّیْنَ فَقُوْلُوْا آمِیْن فَاِنَّہٗ مَنْ وَافَقَ قَوْلُہٗ قَوْلَ الْمَلَائِکَۃِ غُفِرَلَہٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِہٖ۔“ (62، 63)

ترجمہ:

”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جب امام غیر المغضوب علیھم ولا الضالین کہے تو تم آمین کہو پس بے شک جس کا قول فرشتوں کے قول کے مطابق ہوگا اسکے پچھلے گناہ بخش دیئے جائینگے۔“

تشریح:

اس حدیث نبوی میں واضح اشارہ ہے کہ فاتحہ صرف امام پڑھتا ہے اور مقتدی صرف آمین کہتا ہے۔ یعنی مقتدی فاتحہ نہیں پڑھتا نیز اس حدیث پاک میں آمین میں فرشتوں کی موافقت کی ترغیب دی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ فرشتے آہستہ آمین کہتے ہیں لہٰذا فقہاء احناف کے نزدیک آمین آہستہ کہنا مستحب ہے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ”حضرت وائل بن حجر رضی اللہ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نماز پڑھی تو جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم غیر المغضوب کے آخر پر پہنچے تو آمین کہا اور اپنی آواز کو آہستہ رکھا۔“ (64)

آمین کو آہستہ پڑھنے پر قرآن مجید میں بھی دلیل موجود ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ

ہے:

"ادعوا ربکم تضرعا و خفیہ۔"(65)

ترجمہ:"تم اپنے رب سے گڑگڑاتے ہوئے اور آہستگی کیساتھ دعا کرو۔"

اس آیت کی رو سے دعا ضرورت (مثلاً ایک شخص ایک قوم کے اندر دعا کر رہا ہے اور ضرورت ہے کہ دعا سب کو سنائی جائے) کے بغیر آہستہ آواز سے مستحب ہے اور ظاہر ہے کہ آمین کا معنیٰ ہے: اے اللہ قبول فرما! اور یہ آمین دعائیہ کلمہ ہے اور صرف امام نے آمین نہیں کہنی کہ دوسروں کو سنانے کے لیے آواز اونچی کرنے کی ضرورت ہو بلکہ سب نمازیوں نے آمین کہنی ہے اور صرف خدا تعالیٰ کی بارگاہ میں یہ دعائیہ کلمہ عرض کرنا ہے اور ظاہر ہے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں اونچی آواز کی کوئی ضرورت نہیں لہٰذا فقہاء احناف نے آمین کو آہستگی کے ساتھ ادا کرنے کو افضل قرار دیا ہے۔

حوالہ جات

حوالہ62: "صحیح بخاری" کتاب الاذان، باب جهر المأموم الخ، حدیث نمبر 740، جلد نمبر 1، صفحہ نمبر 108۔

حوالہ63: "صحیح مسلم" کتاب الصلوٰۃ، باب التسمیع والتحمید والتامین، حدیث نمبر 621۔

حوالہ64: سنن ابی داؤد، مسند احمد و دیگر کتب احادیث۔

حوالہ65: "قرآن مجید" پارہ نمبر 8، سورہ اعراف، آیت نمبر 55۔

حدیث نمبر 27

”کَانَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم یَامُرُ بِسَتْرِ الرَّاسِ بِالْعِمَامَۃِ اَوِ الْقَلَنْسُوَۃِ وَیَنْھٰی عَنْ کَشْفِ الرَّاسِ فِی الصَّلٰوۃ“(66)

ترجمہ:

”(امام شعرانی روایت فرماتے ہیں کہ بہت سے صحابہ کرام نے فرمایا) نبی صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نماز میں عمامہ یا ٹوپی کے ساتھ سر ڈھانپنے کا حکم فرماتے تھے اور ننگے سر نماز پڑھنے سے منع فرماتے تھے۔“

تشریح: اس حدیث سے ثابت ہوا کہ فیشن کے طور پر ننگے سر نماز پڑھنا ممنوع ہے۔ مزید برآں حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے کسی صحیح حدیث سے حج یا عمرہ کے احرام کے سوا ننگے سر نماز پڑھنا ثابت نہیں۔ بلکہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ساری زندگی کی سنت یہ ہے کہ آپ نے عمامہ شریف یا ٹوپی کے ساتھ نماز ادا فرمائی ہے۔ لہٰذا فیشن کے طور پر ننگے سر نماز مکروہ ہے۔ نیز ثابت ہوا کہ اگرچہ عمامہ کی فضیلت مسلم ہے لیکن ٹوپی کے ساتھ بھی نماز مسنون ہے۔

یہی وجہ ہے کہ امام اہلسنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ نے فتویٰ دیا ہے کہ ”ٹوپی والا امام عمامہ والے مقتدی کی امامت کرسکتا ہے۔“

(فتاویٰ رضویہ، جلد:3، صفحہ:472۔)

نوٹ: جن صحابہ کرام سے ننگے سر نماز کی روایت ہے یہ حالت احرام میں ہے یا پھر کپڑا نہ ہونے کی وجہ سے۔

نوٹ: امام شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے کشف الغمہ کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ انہوں نے اس کتاب میں صرف وہ روایات جمع کی ہیں جن پر محدثین کا عمل ہے۔

حوالہ جات

حوالہ66: ”کشف الغمہ“ از امام شعرانی رحمۃ اللّٰہ علیہ۔

حدیث نمبر28

’’عَن ابْنِ عَبّاسٍ قَالَ اِنَّ رَفْعَ الصَّوْتِ بِالذِّکْرِ حِیْنَ یَنْصَرِفُ النَّاسُ مِنَ الْمَکْتُوْبَۃِ کَانَ عَلٰی عَھْدِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔‘‘ (67،68)

ترجمہ:

’’حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ اونچی آواز سے ذکر کرنا جب لوگ فرض نماز سے فارغ ہوتے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں تھا۔‘‘

تشریح:

نیز صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے۔فرماتے ہیں:

’’کُنْتُ اَعْرِفُ انْقِضَاءَ صَلٰوۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بِالتَّکْبِیْرِ۔‘‘

ترجمہ:’’یعنی میں تکبیر کی آواز سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نماز سے فارغ ہونا جان لیا کرتا تھا۔‘‘(69)

کچھ لوگ بغیر کسی دلیل شرعی کے اس سنت رسول کی مخالفت کرتے ہیں اور عذر یہ پیش کرتے ہیں کہ ذکر بالجہر سے نمازیوں کی نماز میں خلل پڑتا ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے میں بھی کچھ لوگ جماعت میں تاخیر سے شامل ہوتے اور سلام کے بعد اپنی نماز مکمل کرتے تو خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عذر کی بناء پر ذکر بالجہر بند

کیوں نہیں کیا؟

جب آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے نماز فرض کے بعد ذکر بالجہر بند نہیں کرایا تو ہم کون ہوتے ہیں کہ اس سنت کو بند کرائیں۔

نیز مخالفین ذکر بالجہر ایام تشریق میں پانچ دن خوب اونچی آواز میں تکبیرات تشریق کا التزام کرتے ہیں تو ان دنوں میں نمازیوں کی نماز میں خلل کیوں نہیں پڑتا؟؟؟؟

مسنون ذکر بالجہر کی مخالفت کرنے والوں کو چاہیئے کہ اس سنت کو بند کرنے کی بجائے تکبیر تحریمہ میں شرکت کرنے کی عادت ڈالیں تا کہ ذکر بالجہر کی سنت بند کرنے کا بہانہ ہی نہ رہے۔

حوالہ جات

حوالہ 67: "صحیح بخاری" کتاب اذان، باب الذکر بعد الصلوٰۃ، حدیث 796۔

حوالہ 68: "صحیح مسلم" کتاب المساجد ومواضع الصلاۃ، باب الذکر بعد الصلوٰۃ، حدیث نمبر 919۔

حوالہ 69: "صحیح بخاری" کتاب اذان، باب الذکر بعد الصلوٰۃ، حدیث 797، ترقیم الاحادیث ترقیم العلمیہ۔

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

حدیث نمبر 29

’’عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَيْنٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ اِنَّ أَخَاكُمُ النَّجَاشِيَّ تُوُفِّيَ فَصَلُّوْا عَلَيْهِ قَالَ فَصَفَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَصَفَفْنَا خَلْفَهٗ فَصَلّٰى عَلَيْهِ وَمَا نَحْسِبُ الْجَنَازَةَ اِلَّا مَوْضُوْعَةً بَيْنَ يَدَيْهِ۔‘‘(70)

ترجمہ:

’’حضرت عمران بن حصین رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا بیشک تمہارے بھائی نجاشی وفات پا گئے ہیں تم انکی نماز جنازہ پڑھو۔ راوی نے کہا پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صف بنائی اور ہم نے بھی آپکے پیچھے صفیں بنائیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان پر نماز جنازہ پڑھی اور ہم یہی سمجھتے تھے کہ میت آپکے سامنے رکھی ہوئی ہے۔‘‘

تشریح:

غیر مقلدین کے مشہور محدث ناصر الدین البانی نے اس حدیث کے بارے لکھا ہے:

’’اِسْنَادُهٗ صَحِيْحٌ مُتَّصِلٌ۔‘‘(71)

ترجمہ: ’’اس کی اسناد صحیح متصل ہے۔‘‘

نجاشی شاہ حبشہ کی وفات ملک حبشہ میں ہوئی۔ حضور دانائے غیوب نے بغیر کسی ظاہری اطلاع کے خبرِ غیب دی کہ نجاشی حبشہ وصال کر گئے ہیں اور پھر جنازہ گاہ میں تشریف لے جا کر صف بندی کر کے نماز جنازہ پڑھائی۔

اس سے کچھ لوگ ’’غائبانہ نماز جنازہ‘‘ کے جواز پر استدلال کرتے ہیں حالانکہ

قرآن مجید و حدیث شریف میں کہیں بھی ''غائبانہ'' نماز جنازہ کا لفظ موجود نہیں ہے۔ یہ اصطلاح ان لوگوں کی اپنی اختراع ہے نیز یہ کہ شاہ حبشہ کی نماز جنازہ غائبانہ نہیں تھی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صحابی جنہوں نے یہ نماز آپ کے ساتھ ادا کی وہ گواہی دے رہے ہیں کہ شاہ حبشہ کی میت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھی ہوئی تھی لہٰذا اہلسنت و جماعت فقہاء احناف کا مسلک یہ ہے کہ جس طرح شاہ حبشہ کی خبرِ وفات ایک معجزاتی امر ہے اسی طرح مدینہ منورہ میں نماز جنازہ بھی معجزاتی امر ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم شاہ حبشہ کی میت کو دیکھ رہے تھے اور میت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے قریب رکھ دی گئی تھی۔

جیسا کہ معراج کے موقع پر جب کفار مکہ نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مسجد اقصیٰ کے بارے میں تفصیلی سوالات کیئے تو مسجد اقصیٰ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سامنے رکھ دی گئی تھی۔

نیز یہ کہ اگر غائبانہ نماز جنازہ اسلام میں مشروع و مسنون ہوتی تو خلفاء راشدین اس سنت پر ضرور عمل کرتے لیکن ثابت نہیں کہ بڑے بڑے جلیل القدر صحابہ کرام مختلف جنگوں میں شہید ہوئے اور مدینہ منورہ میں خلفائے راشدین میں سے کسی نے غائبانہ نماز جنازہ پڑھی ہو۔

نیز یہ کہ میت کا امام کے سامنے ہونا ضروری ہے لیکن جو لوگ غائبانہ نماز جنازہ پڑھتے ہیں بسا اوقات میت ان کی پیٹھ کی جانب یا ان کی دائیں یا بائیں جانب اور وہ بھی دور دراز مدفون ہو چکی ہوتی ہے۔

حوالہ جات

حوالہ 70: ''مسند احمد'' اول مسند البصریین، حدیث عمران بن حصین، حدیث نمبر 19154، وجز نمبر 5، صفحہ نمبر 617، حدیث نمبر 19503۔

حوالہ 71: ''اراء الغلیل'' جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 176، طبع دمشق شام۔

حدیث نمبر 30

''عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللہِ ﷺ مَنْ صَلّٰی عَلٰی جَنَازَۃٍ فِی الْمَسْجِدِ فَلَیْسَ لَہٗ شَیْئٌ۔'' (72،73)

ترجمہ:

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس نے مسجد میں نماز جنازہ پڑھی اس کے لیے کچھ (ثواب) نہیں۔''

تشریح:

اس حدیث نبوی کی بناء پر فقہاء احناف نے مسجد میں نماز جنازہ کو مکروہ قرار دیا ہے۔ اگر مسجد میں نماز جنازہ مکروہ نہ ہوتی تو رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی کے قریب نماز جنازہ کے لیے علیحدہ مصلیٰ (جنازہ گاہ) کے لیے جگہ مقرر نہ فرماتے جبکہ آپ ﷺ کا حجرہ مبارک مسجد نبوی سے متصل تھا اور مسجد نبوی میں نماز جنازہ پڑھانے میں آپ ﷺ کے لیے آسانی بھی تھی۔ لیکن آپ ﷺ نے اپنی حیات ظاہرہ میں صرف ایک نماز جنازہ (حضرت سہیل اور انکے بھائی رضی اللہ عنہما کی) مسجد نبوی میں پڑھائی جس کے بارے میں شارح بخاری امام ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں:

''ان ما وقع من الصلوۃ علی بعض الجنائز فی المسجد کان لامر عارض۔'' (74)

ترجمہ: ''یعنی مسجد میں جو کسی ایک نماز جنازہ کا واقعہ پیش آیا وہ کسی عارضہ (بیماری، اعتکاف، بارش وغیرہ) کی وجہ سے تھا۔''

اسی مسئلہ پر گفتگو کرتے ہوئے حافظ ابن قیم نے لکھا:

''ان سنته وهديه الصلوة على الجنازة خارج المسجد الالعذر۔''

ترجمہ: ''یعنی آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت اور سیرت ماسوائے عذر (شدید بیماری، اعتکاف اور بارش وغیرہ) کے مسجد سے باہر نماز جنازہ کی ادائیگی تھی۔''(75)

نیز آداب مسجد کا بھی تقاضا یہی ہے کہ نماز جنازہ مسجد میں ادا نہ کی جائے کیونکہ بعض دفعہ میتیں متعفن، بدبودار، گلی سڑی یا خون، پیپ، پاخانے سے آلودہ ہوتی ہیں جن کو مسجد میں داخل کرنا آداب مسجد کے سخت منافی ہے۔

لہٰذا مسلمانوں کو چاہئے کہ وہ سنت نبوی کے مطابق ہر علاقے میں مسجد سے باہر جنازہ گاہ بنائیں اور نماز جنازہ مسجد میں ہرگز نہ پڑھیں۔

حوالہ جات

حوالہ72: "سنن ابن ماجه" كتاب ما جاء فى الجنائز, باب فى الصلوٰة على الجنائز فى المسجد, حديث نمبر 1506۔

حوالہ73: "سنن ابى دأد" كتاب الجنائز, الصلوٰة على الجنائزة فى المسجد, حديث نمبر 2776, ترقيم العلميه۔

حوالہ74: "فتح البارى شرح صحيح بخارى" جلد نمبر 3, صفحه نمبر 199۔

حوالہ75: "زاد المعاد بهامش الزرقانى على المواهب" جلد: 2, صفحه 64۔"

حدیث نمبر 31

’’عَنۡ أَبِیۡ هُرَیۡرَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صَلّٰی عَلَی الۡمَنۡفُوۡسِ ثُمَّ قَالَ اَللّٰهُمَّ أَعِذۡهُ مِنۡ عَذَابِ الۡقَبۡرِ۔‘‘(76،77)

ترجمہ:

’’حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے بیشک نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک بچے پر نماز جنازہ پڑھی پھر دعا کی اے اللہ اسے عذاب قبر سے پناہ دے۔‘‘

تشریح:

اس حدیث پاک سے روز روشن کی طرح واضح ہوا کہ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنا سنت نبوی ہے۔

حضرت عمیر بن سعید رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرماتے ہیں میں نے حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے ہمراہ یزید بن المکفف رضی اللہ عنہ کی نماز جنازہ پڑھی تو آپ (یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ) نے ان پر چار تکبیرات پڑھیں پھر چلے اور میت کے قریب ہوئے اور دعا کی:

ترجمہ:’’اے اللہ یہ تیرا بندہ ہے اور تیرے بندے کا بیٹا ہے جو تیری بارگاہ میں حاضر ہوا ہے تو اسکے گناہ معاف فرما اور اس کی قبر اس کیلئے فراخ کر دے‘‘(78)

یہ حدیث نص ہے کہ حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ نے نماز جنازہ سے فارغ ہونے کے بعد دعا فرمائی کیونکہ روایت میں آپکا نماز جنازہ پڑھنے کی جگہ سے ہٹ کر میت کے قریب کھڑے ہو کر دعا کرنا بیان کیا گیا ہے۔

عظیم فقیہ امام علاؤ الدین ابوبکر بن سعود الکاسانی (م 587ھ) ایک حدیث

نبوی بیان فرماتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک میت پر نماز جنازہ پڑھی جب فارغ ہو چکے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے اور ان کے ساتھ ایک گروہ بھی تھا اور انہوں نے دوبارہ نماز جنازہ پڑھنے کا ارادہ کیا تو انہیں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

''میت پر نماز جنازہ دوبارہ نہیں پڑھی جاتی لیکن اب میت کیلئے دعا واستغفار کرو۔''(79)

پھر امام علاؤالدین الکاسانی فرماتے ہیں یہ حدیث اس باب میں بڑی واضح ہے ان اور دیگر خصوصی دلائل کے علاوہ عمومات قرآن وحدیث سے مطلق دعا کی افادیت روز روشن کی طرح عیاں ہے۔

البتہ یہ واضح ہونا چاہئے کہ نماز جنازہ سلام کے ساتھ ختم ہو جاتی ہے اور اس کے بعد مزید دعا کرنا نماز جنازہ کا حصہ نہیں ہے۔ اسی لئے علماء نے فرمایا ہے کہ نماز جنازہ کا سلام پھیرنے کے بعد صفوں کو توڑ دینا چاہئے تا کہ واضح ہو جائے کہ نماز جنازہ ختم ہو چکی ہے۔

نوٹ: جو لوگ نماز جنازہ کے بعد دعا کرنے سے منع کرتے ہیں ان کے پاس قرآن وحدیث کے پورے ذخیرہ سے کوئی دلیل نہیں ہے لہٰذا ان لوگوں کو چاہئے کہ اس کام سے منع نہ کریں جس سے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے منع نہیں فرمایا۔

حوالہ جات

حوالہ76: "کنز العمال" جز نمبر 15، صفحہ نمبر 716۔

حوالہ77: "سنن بیہقی" جز نمبر 5، صفحہ نمبر 304، حدیث نمبر 6892۔

حوالہ78: "مصنف ابن ابی شیبہ" جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 371۔ وجز نمبر 3 صفحہ نمبر 20، حدیث نمبر 11710۔

حوالہ79: "بدائع الصنائع" جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 777۔

حدیث نمبر 32

''عَنْ ابْنِ عَبَّاسٍ رَّضِیَ اللّٰہُ عَنْہُمَا اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ اٰلِہٖ وَسَلَّمَ کَانَ یُصَلِّیْ فِیْ رَمَضَانَ عِشْرِیْنَ رَکْعَۃً سِوَی الْوَتْرِ۔ وفی روایۃ ویوتر بثلث۔''

ترجمہ:

''حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے بیشک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ماہ رمضان میں بیس رکعت سوائے وتر کے پڑھا کرتے تھے۔ اور ایک روایت میں ہے کہ تین رکعت وتر پڑھتے تھے۔''(80،81،82)

تشریح:

اہلسنت کی چاروں فقہوں حنفی، شافعی، حنبلی اور مالکی ائمہ کے نزدیک تراویح بیس رکعت ہے۔ جبکہ نماز تہجد ایک علیحدہ نماز ہے جبکہ چند غیر مقلدین وہابیہ (نام نہاد اہلحدیث) کے نزدیک نماز تراویح اور نماز تہجد ایک نماز کا نام ہے اور اسکی رکعات آٹھ ہیں

حضرت سائب بن یزید فرماتے ہیں:

''کُنَّا نَقُوْمُ فِیْ زَمَنِ عُمَرَ ابْنِ الْخَطَّابِ بِعِشْرِیْنَ رَکْعَۃً''۔

ترجمہ: ''ہم حضرت عمر بن خطاب کے دور میں بیس رکعت (تراویح) ادا کرتے تھے۔'' (83)

امام بخاری و مسلم کے استاذ امام ابوبکر ابن ابی شیبہ اپنے مصنف جلد 2، صفحہ 163 میں روایت فرماتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک شخص کو رمضان میں 20 تراویح پڑھانے کا حکم دیا۔

یہی وجہ ہے کہ حرمین شریفین میں ہمیشہ سے 20 رکعت نماز تراویح مروج ہے اور

کوئی ثابت نہیں کرسکتا کہ پہلے 8 تراویح تھیں اور فلاں خلیفہ کے دور میں اسکی تعداد بڑھا کر 20 تراویح کردی گئی

شارح مشکوٰۃ علامہ علی قاری مکی فرماتے ہیں:

''اَجْمَعَ الصِّحَابَۃُ عَلٰی اَنَّ التَّرَاوِیْحَ عِشْرُوْنَ رَکْعَۃً۔''(84)

ترجمہ:''تمام صحابہ کرام کا اجماع (اتفاق واتحاد) ہو چکا ہے کہ نماز تراویح 20 رکعت ہے''

وہابیہ کے امام محمد بن عبدالوہاب نجدی کے بیٹے عبداللہ نے بھی فتاویٰ نجدیہ میں گواہی دی ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے لوگوں کو ابی ابن کعب کی امامت میں 20 رکعت نماز تراویح پر جمع کیا۔

حوالہ جات

حوالہ80: ''مصنف ابن ابی شیبہ'' جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 164، حدیث نمبر 7692، طبع ریاض سعودی عرب۔

حوالہ81: ''معجم طبرانی اوسط'' جلد نمبر 5، صفحہ نمبر 324، حدیث نمبر 5440، قاھرہ مصر۔

حوالہ82: ''مسند عبد بن حمید'' جز نمبر 1، صفحہ نمبر 218، حدیث نمبر 653، طبع مصر۔

حوالہ83:''سنن بیہقی'' جز:4، صفحہ:61، حدیث:4722، ومسند عبدالرزاق۔

حوالہ84:''مرقاۃ شرح مشکوۃ شریف'' جلد نمبر 3، صفحہ نمبر 193۔

حدیث نمبر 33

’’عَنْ عَامِرِ نِ الشَّعْبِیِّ قَالَ قُلْتُ لِفَاطِمَۃَ بِنْتِ قَیْسٍ حَدِّثِیْنِیْ عَنْ طَلَاقِکِ قَالَتْ طَلَّقَنِیْ زَوْجِیْ ثَلَاثاً وَّھُوَ خَارِجٌ اِلَی الْیَمَنِ، فَاَجَازَ ذٰلِکَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلیَّ اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ۔‘‘(85)

ترجمہ:

’’حضرت عامر شعبی رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں نے حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا سے کہا مجھے اپنی طلاق کے بارے میں بتائیں تو انہوں نے کہا میرے شوہر نے مجھے تین طلاقیں دے دیں جبکہ وہ یمن جا رہے تھے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان (تینوں طلاقوں) کو نافذ کر دیا۔‘‘

تشریح:

غیر مقلدین کے دور حاضر کے سب سے بڑے ناقد و محدث ناصر الدین البانی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ اس صحیح اور مرفوع حدیث نبوی سے روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ بیک وقت دی ہوئی تین طلاقیں نافذ ہو جاتی ہیں۔

امام بخاری نے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے روایت کیا، آپ فرماتی ہیں:

’’ان رجلاً طلق امراتہ ثلاثا فتزوجت فطلق فسئل النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اتحل للاول قال لا حتی یذوق عسیلتھا کما ذاق الاول۔‘‘(86)

ترجمہ: ’’یعنی ایک شخص نے اپنی بیوی کو تینوں طلاقیں دے دیں۔ مطلقہ نے

دوسرے شخص سے (عدت گزارنے کے بعد) نکاح کرلیا۔ تو اسنے اسے قبل از مقاربت طلاق دے دی۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال کیا گیا کہ کیا یہ عورت پہلے خاوند کیلئے حلال ہے؟ فرمایا: نہیں! جب تک کہ یہ دونوں مقاربت نہ کرلیں۔ او کما قال علیہ الصلوٰۃ والسلام (یعنی دوسرا خاوند اگر بعد از مقاربت طلاق دے، تو اس طلاق کی عدت گزارنے کے بعد عورت پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے)۔''

نیز قرآن مجید میں بھی ہے:

''فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ۔'' (87)

ترجمہ:

''پس اگر وہ اسے (تیسری) طلاق دے دے تو وہ اس کیلئے حلال نہیں جب تک کہ اس کے سوا کسی اور سے (عدت کے بعد) نکاح (وقربت) نہ کرلے۔ پس اگر اس دوسرے شوہر نے بھی اسے طلاق دے دی تو دونوں پر کچھ حرج نہیں کہ (اس آخری طلاق کی عدت گزارنے کے بعد دوبارہ نکاح کرکے) آپس میں پھر مل جائیں۔''

دلائل بالا کی روشنی میں تین طلاقیں اکٹھی ہوں یا متفرق ان کا حکم یہ ہے کہ مطلقہ عورت اپنے شوہر پر حرمت غلیظہ (بھاری حرمت) کے ساتھ حرام ہوجاتی ہے۔ 3 طلاقوں کے بعد نہ رجوع کی گنجائش ہے اور نہ ہی عدت گزارنے کے بعد نئے نکاح سے ازدواجی تعلقات بحال کیے جاسکتے ہیں۔ حلالہ شرعیہ کے بغیر ازدواجی تعلقات بحال کرنے کی اور کوئی صورت نہیں اور حلالہ شرعیہ یہ ہے کہ عورت عدت گزارنے کے بعد کسی اور شخص سے غیر مشروط نکاح کرے پھر وہ دوسرا شوہر ہم بستری کے بعد طلاق دے دے تو پھر اس طلاق

کی عدت گزارنے کے بعد پہلے شوہر سے نکاح کرسکتی ہے۔

تین طلاقیں اکٹھی اور متفرق واقع ہوجاتی ہیں اور حلالہ شرعیہ کے بغیر پہلے شوہر سے ازدواجی تعلقات کی بحالی نہیں ہوسکتی اس پر دور فاروقی میں صحابہ کرام کا اجماع واقع ہو چکا ہے اور حنفی، شافعی، مالکی اور حنبلی چاروں مذاہب بھی اس پر متفق ہیں اور ہندوستان میں اہلسنت و جماعت کے علاوہ مدرسہ دیو بند کا بھی یہی مسلک ہے بلکہ حرمین شریفین کے موجودہ وہابی علماء (جوکہ مذہباً حنبلی ہیں) کا بھی یہی مسلک ہے صرف چند مٹھی بھر غیر مقلدین جوکہ آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں اس مسئلہ میں ایک فتنہ باز عالم ابن تیمیہ (جس نے سب سے پہلے روضہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف سفر کرنے کو شرک قرار دیا تھا) کے پیروکار ہیں۔ ابن تیمیہ جس نے 3 طلاقوں کو ایک طلاق قرار دیا اور اس نے اپنے اس مذہب میں اجماع صحابہ اور اجماع ائمہ مجتہدین کو چھوڑ کر یہود اور روافض کا مذہب اختیار کیا اور جن روایات کو اپنے مذہب کی بنیاد بنایا وہ سب ضعیف ہیں۔

یاد رہے کہ

طلاق کی تین قسمیں ہیں۔

(1) طلاق احسن۔

(2) طلاق حسن۔

(3) طلاق بدعی۔

1۔ طلاق احسن یہ ہے کہ مرد صرف ایک طلاق دے اور وہ بھی ایسے ''طہر (دو حیضوں کے درمیان پاک دنوں)'' میں جس میں قربت نہ کی ہو۔

2۔ طلاق حسن یا طلاق سنت یہ ہے کہ ہر ماہ ''طہر'' میں ایک ایک کر کے تین

طلاقیں تین طہروں میں پوری کرے۔

3۔طلاق بدعی یہ ہے کہ ایک ہی دفعہ یا ایک ہی مجلس میں یا ایک ہی طہر میں تینوں طلاقیں دے دے یا پھر حیض کی حالت میں طلاق دے۔طلاق بدعی مکروہ ہے لیکن نافذ ہوجاتی ہے۔

آجکل اکثر لوگ اکٹھی تین طلاقیں دے دیتے ہیں اور پھر بعد میں ہاتھ کاٹتے ہیں کیونکہ تین طلاقوں کے بعد حلالہ شرعیہ کے بغیر ازدواجی تعلقات بحال ہونے کی کوئی صورت باقی نہیں رہتی۔لہٰذا اشد ضرورت ہے کہ لوگوں کو بتایا جائے کہ اگر طلاق دینا ضروری ہوجائے تو طلاق احسن یعنی صرف ایک طلاق ایسے طہر میں دیں جس میں ہم بستری نہیں کی۔اس طلاق احسن کا فائدہ یہ ہے کہ اگر عدت کے اندر رجوع کرنا چاہے تو بغیر نئے نکاح کے رجوع کرسکتا ہے اور اگر عدت گزر جائے تو عورت اس شوہر سے پھر نکاح کرسکتی ہے اور اگر چاہے تو کسی دوسرے شوہر سے بھی نکاح کرسکتی ہے۔

اس طلاق کو طلاق احسن اس لیے کہتے ہیں کہ صحابہ کرام میں یہی طریقہ طلاق زیادہ تر مروج تھا۔نیز اس میں رجوع اور مصالحت کی گنجائش بھی موجود ہے۔

حوالہ جات

حوالہ85: ”سنن ابن ماجه“ کتاب الطلاق، باب من طلق ثلثا فی مجلس واحد، حدیث نمبر 2014، ترقیم العلمیه۔

حوالہ 86: ”صحیح بخاری“ کتاب الطلاق، باب من اجاز طلاق الثلاث، جلد نمبر 2، صفحه نمبر 791، حدیث نمبر 4857۔

حوالہ87: ”قرآن مجید“ پاره نمبر 2، سوره بقره، آیت نمبر 230۔

حدیث نمبر 34

’’عَنْ عَمْرٍو بْنِ شُعَيْبٍ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مُرُوْا صِبْيَانَكُمْ بِالصَّلٰوةِ اِذَا بَلَغُوْا سَبْعاً وَّ اضْرِبُوْهُمْ عَلَيْهَا اِذَا بَلَغُوْا عَشْراً وَّ فَرِّقُوْا بَيْنَهُمْ فِي الْمَضَاجِعِ۔‘‘(88،89)

ترجمہ:

’’حضرت عمرو بن شعیب اپنے باپ سے وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: تم اپنے بچوں کو سات سال کی عمر میں نماز کا حکم دو۔ جب وہ دس سال کے ہو جائیں تو انہیں اس یعنی ترک نماز پر سزا دو اور ان کے بستر الگ کر دو۔‘‘

تشریح:

اللہ تعالیٰ نے والدین کے دلوں میں اولاد کیلئے بے پناہ محبت وشفقت پیدا فرمائی ہے جس کا سب سے بڑا تقاضا یہ ہے کہ والدین اپنی اولاد کو دنیا و آخرت کی سعادت کا حقدار بنانے کے لیے تمام تدابیر اختیار کریں اور خصوصی طور پر انہیں عذاب قبر و عذاب جہنم سے بچانے کی فکر اختیار کریں اور یاد رکھیں کہ آخرت کی نجات کے لیے تقویٰ اور اتباع رسول کے بغیر کوئی چارہ نہیں لہٰذا والدین اپنی اولاد کو اللہ تعالیٰ اور اس کے پیارے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت و اطاعت کی تعلیم دیں۔ اس حدیث مبارکہ میں والدین کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ بچوں کو ابتدائی عمر میں ہی نمازی بنانے کی کوشش کریں اور سات سال کی عمر میں بچوں کو نماز پڑھائیں اور دس سال کی عمر میں سختی کر کے نماز پڑھائیں اور نماز نہ پڑھنے پر ہلکی سزا بھی دیں اور ان کے بستر علیحدہ علیحدہ کر دیں کیونکہ اس وجہ سے بچے غلطی کا شکار ہو سکتے ہیں۔

اس سے یہ اندازہ لگانا مشکل نہیں کہ جب حقیقی بھائی بہنوں کا دس سال کی عمر میں اکٹھے ایک بستر میں سونا خطرے سے خالی نہیں تو بچوں کا اپنے کزنوں اور اجنبی بچوں کے ساتھ ایک بستر میں سونا کس قدر خطرناک ہوسکتا ہے۔

بہرحال یہ حدیث مبارک بچوں کی ابتدائی تربیت کیلئے تریاق کی حیثیت رکھتی ہے۔ بچے اگر نمازی اور پاک سیرت ہوں گے تو نہ صرف خود سعادات دارین کے حقدار ٹھہریں گے بلکہ وہ دنیا میں والدین کی عزت و نیک نامی اور آخرت میں بخشش و بلندیٔ درجات کا ذریعہ بنیں گے۔اسی لئے ایک حدیث میں فرمایا گیا ہے:

"جب انسان مرجاتا ہے تو اسکے اعمال کا سلسلہ ماسوائے تین کے منقطع ہوجاتا ہے:

نمبر1۔ علمی کام جس سے لوگ نفع اٹھائیں،

نمبر2۔ ایسا صدقہ و نیکی جو باقی و جاری رہنے والی ہو،

نمبر3۔ ایسی نیک اولاد جو والدین کیلئے دعا کرنے والی ہو۔"

ایک اور حدیث میں فرمایا:

ترجمہ: "روز قیامت ایک شخص کے پیچھے پہاڑوں کی مثل نیکیاں چلیں گی تو وہ شخص عرض کرے گا: یہ نیکیاں مجھے کیسے مل گئیں؟

تو اللہ تعالیٰ فرمائیں گے تیری اولاد کی تیرے لیے دعا مغفرت کی وجہ سے"

اللہ تعالیٰ والدین کو اپنی اولادوں کی شاندار دینی تربیت کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین!

حوالہ جات

حوالہ 88: "مسند احمد" مسند المکثرین من الصحابۃ، باب مسند عبد اللّٰہ بن عمرو بن العاص، حدیث نمبر 6402۔

حوالہ 89: "سنن ابی دائود" کتاب الصلوٰۃ، باب متیٰ یؤمر الغلام بالصلوٰۃ، حدیث نمبر 418، ترقیم العلمیہ۔

حدیث نمبر 35

”عَنِ ابْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم قَالَ خَالِفُوْا الْمُشْرِكِيْنَ وَفِّرُوْا اللُّحٰى وَاَحْفُوْا الشَّوَارِبَ وَكَانَ ابْنُ عُمَرَ اِذَا حَجَّ اَوِ اعْتَمَرَ قَبَضَ عَلٰى لِحْيَتِهٖ فَمَا فَضَلَ أَخَذَهٗ۔“(90، 91، 92)

ترجمہ:

”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے روایت کیا ہے کہ آپ نے فرمایا: مشرکین کی مخالفت کرو، داڑھیاں بڑھاؤ اور مونچھیں کاٹ کر پست کرو اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما جب حج وعمرہ کرتے تو اپنی داڑھی کو مٹھی میں پکڑتے اور جو مٹھی سے زائد ہوتی اسے کاٹ دیتے۔“

تشریح:

اس حدیث مبارکہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے داڑھی بڑھانے کا حکم دیا ہے اور صحابی رسول حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کے عمل سے حکم نبوی کی تفسیر ہوگئی ہے کہ اس کی کم از کم مقدار ایک مشت ہے لہٰذا ایک مشت داڑھی کی سنت، واجب کا درجہ رکھتی ہے۔ امام محمد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ایک مشت داڑھی پر ہمارا عمل ہے اور یہی امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کا فتویٰ ہے۔ مشہور مفسر وفقیہ حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

”تراشیدن ریش بیش از قبضہ حرام است۔“

ترجمہ: یعنی ایک مشت کی حد سے پہلے داڑھی کٹانا حرام ہے۔“ (93)

فقہ حنفی کے عظیم فقیہ علامہ کمال الدین ابن ہمام رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ”داڑھی ایک مشت سے کم کاٹنا یا مونڈنا جیسا کہ بعض مغربی ممالک کے لوگ اور مخنث

(خنثیٰ) کرتے ہیں یہ فقہاء امت میں سے کسی ایک کے نزدیک بھی جائز نہیں۔''

لہٰذا اصول اسلامیہ کی رو سے ایک مشت داڑھی واجب ہے اور امام اہلسنت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کا فتویٰ ہے کہ داڑھی منڈوانے والا اور ایک مشت سے کم رکھنے والا فاسق معلن ہے اور فاسق معلن (اعلانیہ فسق کرنے والے) کو امام بنانا گناہ ہے اور اس کی اقتدا میں نماز مکروہ اور واجب الاعادہ ہے۔ (فتاویٰ رضویہ)

لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ چند آزاد خیال لوگوں کے طفلانہ فتوؤں پر عمل کر کے اپنی نمازوں کو ضائع نہ کریں۔

یادرکھیں! حدیث نبوی وعمل صحابہ کرام اور اکابرین اسلام کے فتوؤں کی اتباع اختیار کریں۔ نماز جنت کی چابی ہے۔ داڑھی ایک مشت سے کم نہ رکھیں، داڑھی منڈے و کترے اماموں کو مصلیٰ امامت پہ کھڑا نہ کریں اور اگر ایسا ممکن نہ ہو تو ایسے فاسقوں کے پیچھے نماز ضائع نہ کریں۔ یادرکھیں حدیث نبوی ہے جو میری ایسی سنت کہ مردہ ہو چکی ہو پر عمل کرے اس کیلئے 100 شہید کا اجر ہے۔

آخری بات: ایک طرف آقا ﷺ نے فرمایا داڑھیاں بڑھاؤ، دوسری طرف شیطان کا وسوسہ ہے داڑھی نہ رکھو۔ اے عاشقانِ رسول اپنے آقا ﷺ کے حکم کی اطاعت کر کے آپ کی شفاعت کے حقدار بن جاؤ!

حوالہ جات

حوالہ 90: "صحیح بخاری" کتاب اللباس، باب تقلیم الاظفار، حدیث 5442۔
حوالہ 91: "صحیح مسلم" کتاب الطہارۃ، خصال الفطرۃ، حدیث نمبر 382۔
حوالہ 92: "سنن ابوداؤد" کتاب الصوم، باب القول عند الافطار، حدیث 2010۔
حوالہ 93: "مالابد" صفحہ نمبر 139۔

حدیث نمبر 36

”عَنِ الْحَارِثِ بْنِ الْبَرْصَاءِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِی الْحَجِّ بَیْنَ الْجَمْرَتَیْنِ وَھُوَ یَقُوْلُ مَنِ اقْتَطَعَ مَالَ اَخِیْہِ الْمُسْلِمِ بِیَمِیْنٍ فَاجِرَۃٍ فَلْیَتَبَوَّ اْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ۔“ (94)

ترجمہ:

”حضرت حارث بن برصاء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سنا وہ فرما رہے تھے جو شخص اپنے مسلمان بھائی کے مال کو جھوٹی قسم کے ساتھ نقصان پہنچائے تو وہ نار جہنم میں اپنا ٹھکانہ بنائے۔“

تشریح:

کئی تاجر جھوٹی قسم اٹھا کر مال کی غلط پوزیشن بیان کر کے اپنا سودا فروخت کرتے ہیں ایسے تاجروں کی سزا نار جہنم ہے۔ (العیاذ باللہ من ذالک)

یمین (قسم) کی تین قسمیں ہیں:

1۔ یمین لغو

2۔ یمین غموس

3۔ یمین منعقدہ

واقعہ کے خلاف بھول کر جو قسم اٹھائی جائے یمین لغو کہلاتی ہے۔ اس کا حکم یہ ہے کہ اس شخص کیلئے معافی ہے۔

یمین غموس وہ قسم ہے جو جان بوجھ کر واقعہ کے خلاف اٹھائی جائے۔اس قسم کی سزا جہنم ہے، اس کے لیے کفارہ نہیں ہے، ایسے شخص کو چاہئے کہ اللہ تعالیٰ سے گڑ گڑا کر معافی مانگے اور جس شخص کو اس قسم کے ذریعے دھوکہ دیا ہے یا نقصان پہنچایا ہے اس سے بھی معافی مانگے اور اس کے نقصان کی تلافی کرے۔

یمین کی تیسری قسم یہ ہے کہ آئندہ زمانے میں کام کرنے یا نہ کرنے کی قسم اٹھائے اس قسم کو اگر توڑے تو اس کا کفارہ ہے ایک غلام آزاد کرے یا مسکینوں کو 10 جوڑے دے یا 10 مسکینوں کو 2 ٹائم کا کھانا کھلائے اور نقدی دینا چاہتا ہے تو دس فطرانے یعنی 21 کلو 3 چھٹانک گندم کی قیمت مساکین کو صدقہ کر دے اگر غلام آزاد کرنے یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانے یا کپڑے دینے پر قادر نہ تو پے در پے تین روزے رکھے۔اس سے قسم توڑنے کا گناہ ختم ہو جاتا ہے اس عمل کو کفارہ یمین کہا جاتا ہے۔

اسلام میں تاجر کو حکم دیا گیا ہے کہ جھوٹ، خیانت، ملاوٹ، دھوکہ، ناپ تول میں کمی، ذخیرہ اندوزی اور تمام خلاف شرع طریقوں سے پرہیز کرے۔حدیث نبوی ہے کہ سچ بولنے والا تاجر روز قیامت انبیاء، صدیقین اور شہداء کے ساتھ ہوگا۔

دنیا میں بھی جہاں تاجر سچ بولتے ہیں نہ صرف تاجر کو عزت ملتی ہے اور اس کی تجارت کامیاب ہوتی ہے بلکہ ایسے ممالک تجارت میں ترقی پکڑتے ہیں اور ایسی اقوام خوشحال ہو جاتی ہیں اور اگر خدانخواستہ کسی ملک کے تاجر خائن و بددیانت ہوں تو پورے ملک کی تجارت کو نقصان پہنچتا ہے اور بھوک و افلاس ایسی قوموں کا مقدر ہو جاتی ہے۔

حوالہ جات

حوالہ 94: "مستدرک حاکم" کتاب الایمان والنذور، جز نمبر 4، صفحہ نمبر 328، حدیث نمبر 7803۔

حدیث نمبر 37

''عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ قَالَ لَعَنَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فِی الْخَمْرِ عَشَرَۃً عَاصِرَھَا وَ مُعْتَصِرَھَا وَشَارِبَھَا وَ حَامِلَھَا وَ الْمَحْمُوْلَۃَ اِلَیْہِ وَسَاقِیَھَا وَ بَائِعَھَا وَ اٰکِلَ ثَمَنِھَاوَ الْمُشْتَرِیَ لَھَاوَ الْمُشْتَرَاہُ لَہٗ۔''

ترجمہ:

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے شراب کے بارے ان دس شخصوں پر لعنت کی:

کسی اور کے لیے نچوڑنے والے پر، اپنے لیے نچوڑنے والے پر، اس کے پینے والے پر، اس کے اٹھانے والے پر، اس پر جس کی طرف پہنچائی جائے، اس کے پلانے والے پر، اس کے بیچنے والے پر، اس کی قیمت کھانے والے پر، اس کو خریدنے والے پر، اور اس پر جس کے لیے خریدی جائے۔'' (95، 96)

تشریح:

اس حدیث کی رو سے صرف شراب پینے والا ہی لعنتی نہیں بلکہ جو شخص شراب کیلئے کوئی بھی کردار ادا کرے لعنتی ہے لہٰذا مسلمانوں پر لازم ہے کہ وہ کافروں کو شراب مہیا کرنے کیلئے شراب کا کاروبار نہ کریں۔ افسوس ہے کہ سعودی حکومت، عرب مقدس میں امریکی افواج کی چھاؤنیوں میں شراب اور خنزیر کا گوشت مہیا کرتی ہے اللہ تعالیٰ ان

لوگوں کو ہدایت عطا فرمائے۔

شراب پینا کبیرہ گناہ ہے شراب کو حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ہر برائی کی جڑ قرار دیا ہے اسی لیے شراب کو ام الخبائث کا نام دیا جاتا ہے شراب بہت سی موذی اور خطرناک بیماریوں کا سبب بھی ہے۔

دور فاروقی میں حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی تجویز پر شرابی کی سزا 80 کوڑے مقرر کی گئی

لعنت کا معنیٰ عذاب، دھتکارنا، رحمت سے محروم کرنا وغیرہ ہے زندہ کفار پر نام لے کر لعنت جائز ہے گناہگار مسلمان پر نام لے کر لعنت کرنا جائز نہیں البتہ بغیر نام لیے لعنت جائز ہے جیسا کہ حدیث میں شرابی پر لعنت فرمائی نام نہیں لیا۔ اگر کافر مرجائے اور کفر پر مرنے کا یقین ہو تو نام لے کر لعنت کرنا جائز ہے۔

حوالہ جات

حوالہ95: جامع ترمذی، کتاب البیوع۔ ومشکوٰۃ المصابیح وغیرہم من کتب۔

حوالہ96: "سنن ابن ماجہ" کتاب الاشربہ، باب لعنت الخمر علی عشرۃ اوجہ، حدیث نمبر 3372، ترقیم الاحادیث ترقیم الاعلمیہ۔

☆☆☆☆☆☆☆

☆☆☆☆☆

حدیث نمبر 38

"عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ (رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ) قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ تَعالیٰ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ اجْتَنِبُوْا السَّبْعَ الْمُوْبِقَاتِ۔ قَالُوْا: یَارَسُوْلَ اللّٰہِ! وَمَاھُنَّ؟ قَالَ: اَلشِّرْکُ بِاللّٰہِ وَالسِّحْرُ وَقَتْلُ النَّفْسِ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلاَّ بِالْحَقِّ وَاَکْلُ الرِّبَائِ وَاَکْلُ مَالِ الْیَتِیْمِ وَالتَّوَلِّیْ یَوْمَ الزَّحْفِ وَقَذْفُ الْمُحْصَنَاتِ الْمُؤْمِنَاتِ الْغَافِلاَتِ۔" (97، 98، 99)

ترجمہ:

"حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا: سات ہلاک کردینے والے کاموں سے بچو! (صحابہ نے) عرض کیا: یارسول اللہ! وہ کیا ہیں؟ آپ نے فرمایا: اللہ کے ساتھ شرک کرنا، جادو، ایسی جان کو قتل کرنا جسے اللہ نے حرام کیا سوائے حق کے، سود کھانا، یتیم کا مال کھانا، لڑائی کے روز پیٹھ پھیر جانا، اور پاکدامن ایماندار و بےخبر عورتوں پر زنا کا الزام لگانا۔"

تشریح:

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حدیث بالا میں مذکور سات کام گناہِ کبیرہ ہیں۔ شیخ ابوطالب مکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے ان احادیث کو جمع کیا جن میں کبیرہ گناہوں کا ذکر ہے تو میں نے یہ سترہ کام گناہ کبیرہ پائے:

1۔ شرک۔ 2۔ گناہ کا پختہ ارادہ۔ 3۔ اللہ کی رحمت سے ناامید ہوجانا۔ 4۔ اللہ کی خفیہ تدبیر سے بےخوف ہوجانا۔ 5۔ جھوٹی گواہی۔ 6۔ پاکدامن پر زنا کا الزام۔ 7۔ جھوٹی قسم اٹھانا۔ 8۔ جادو۔ 9۔ شراب نوشی۔ 10۔ یتیم کا مال کھانا۔ 11۔ سود

کھانا۔ 12۔زنا۔ 13۔لواطت۔ 14۔بغیر حق کے قتل کرنا۔ 15۔چوری۔ 16۔ کفار سے لڑائی کے روز بھاگنا۔ 17۔والدین کی نافرمانی۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ کبیرہ گناہوں کی تعداد ستر کے قریب ہے۔

حدیث بالا میں مذکور سات ہلاک کردینے والے گناہوں کی مختصر وضاحت:

شرک:

لفظ شرک کا لغوی معنی ''حصہ داری'' ہے، اور حصہ دار کو شریک کہتے ہیں۔شرع شریف میں شرک توحید کی ضد ہے۔اور توحید کا شرعی معنی ہے:

''اللہ تعالیٰ کو ذات وصفات اور عبادت کے مستحق ہونے میں یکتا ماننا۔''

اور شرک کا شرعی معنی ہے:''کسی کو اللہ کی ذات یا صفات میں یا عبادت کے حقدار ہونے میں حصہ دار بنانا۔''

یاد رہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ حقیقی آٹھ ہیں:

1۔زندہ یعنی موجود ہونا (یہاں روح والی زندگی مراد نہیں کیونکہ اللہ روح کا محتاج نہیں بلکہ روح کا خالق ہے) 2۔علم 3۔سننا 4۔دیکھنا 5۔کلام (یعنی کلام نفسی جس کا ارادہ سے تعلق ہوتا ہے)۔ 6۔ارادہ 7۔قدرت 8۔تکوین (یعنی عدم سے وجود میں لانا)

جس طرح اللہ تعالیٰ کی ذات غیر مخلوق ہے اور کسی کی محتاج نہیں اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفات بھی غیر مخلوق ہیں۔جبکہ اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز مخلوق ہے اور تمام مخلوقات حتیٰ کہ انبیاء ورسل وملائکہ کی صفات، اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کردہ ہیں، لہذا کوئی مخلوق ذات اور صفات میں اللہ تعالیٰ کی حصہ دار نہیں ہوسکتی۔

عقیدہ توحید وشرک کا معنی یہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی صفات کو مانا جائے اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے مخلوقات کو عطا کردہ صفات اور اختیارات کی نفی کی جائے، بلکہ عقیدہ توحید و شرک کی اصل یہ ہے کہ اللہ اور مخلوقات کی صفات میں فرق واضح کیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات غیر مخلوق مستقل اور ذاتی ہیں، جبکہ مخلوق کی صفات اللہ تعالیٰ کی پیدا کردہ ہیں، غیر مستقل ہیں اور مجازی وعطائی ہیں۔

کہا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی مشکل کشا، حاجت روا، داتا (سخی) اور غوث (مددگار) ہے، لہذا کسی نبی یا ولی کو مشکل کشا، حاجت روا، داتا اور غوث ماننا درست نہیں، بلکہ شرک وکفر ہے۔

اس مغالطہ کا جواب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو بے اختیار پیدا نہیں کیا، بلکہ درجہ بدرجہ اختیارات عطا فرمائے ہیں اور انبیاء واولیاء اور ملائکہ کو تو بہت زیادہ کمالات واختیارات عطا فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مردوں کو زندہ کرنا، نابیناؤں کو بینا کرنا اور ایسے ہی کئی ایک اللہ تعالیٰ کے پیاروں کے اختیارات وکمالات قرآن پاک سے ثابت ہیں، احادیث مبارکہ سیدنا حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کمالات و اختیارات کے واقعات عجیبہ سے بھری پڑی ہیں۔

ان دلائل شرعیہ کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کے پیاروں کو اللہ تعالیٰ کے مقابلے میں نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا سے مشکل کشا، حاجت روا، داتا اور غوث جیسے صفاتی اسماء سے پکارا جاتا ہے اور یہ قطعاً شرک نہیں بلکہ عطیات خداوندی پر ایمان کا اظہار ہے، جس طرح اللہ تعالیٰ کا سننا اور دیکھنا اس کی ذاتی صفتیں ہیں، اس کے باوجود اللہ تعالیٰ کی عطا سے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سننے اور دیکھنے کی صفت ماننا شرک نہیں، اسی طرح مشکل کشا، حاجت

روا، داتا اور غوث ہونا اللہ تعالیٰ کی ذاتی صفت ہے اور اللہ تعالیٰ کی عطا سے ان صفات کا اس کے پیارے بندوں میں پایا جانا قطعاً شرک نہیں بلکہ عین توحید ہے اور یہی عقیدہ صحابہ کرام اور صوفیاء اسلام سے ثابت ہے۔

کچھ لوگ عقیدہ توحید کی غلط تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ غوث اعظم صرف اللہ تعالیٰ ہے۔ لہذا حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو غوث اعظم کہنا شرک و کفر ہے وغیرہ۔ **اَلْعِیَاذُ بِاللہِ مِنْ ذَالِکْ!**

اس مغالطہ کا جواب یہ ہے کہ غوث کا معنی فریاد کرنے والا اور مددگار ہے، اور ولی کا ایک معنی بھی مددگار ہے، لہذا غوث اعظم کا معنی سب سے بڑا ولی اللہ ہے۔ اور تمام سلاسل روحانیہ کے اولیاء کا اتفاق ہے کہ اپنے وقت اور اپنے مابعد وقت میں امت مصطفی کے سب سے بڑے ولی اللہ حضرت غوث اعظم شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ہیں۔

اس وضاحت کے بعد واضح ہو گیا کہ حضرت شیخ سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو غوث اعظم کہنے کا معنی یہ ہے کہ آپ اولیاء کرام میں سب سے بڑے غوث یعنی ولی اللہ ہیں۔ جیسا کہ صحابہ کرام میں سے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کو صدیق اکبر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو فاروق اعظم کہا جاتا ہے۔ یا جیسا کہ ائمہ مجتہدین میں سے امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کو امام اعظم کہا جاتا ہے اور تحریک پاکستان کے قائدین میں سے مسٹر محمد علی جناح کو قائد اعظم کہا جاتا ہے۔

تو کیا اگر کوئی کہے کہ صدیق اکبر، فاروق اعظم، امام اعظم اور قائد اعظم تو اللہ ہے؟ تو ایسے قائل کو جو جواب دیا جائے گا، وہی جواب غوث اعظم کے لفظ پر اعتراض کرنے والے کو دیا جائیگا۔

بلکہ میں کہوں گا کہ جو الفاظ عرف میں بندگان خدا کے لئے بولے جاتے ہیں ان الفاظ

کو خدا تعالیٰ کیلئے بولنا اللہ تعالیٰ کو شان الوہیت سے نیچے لاکر بندوں کی صف میں لانے کے مترادف ہوگا، جیسا کہ کوئی بیوقوف کہے: گورنر پنجاب فلاں نہیں بلکہ اللہ ہے، شاہ یمن فلاں نہیں بلکہ اللہ ہے، صدر پاکستان فلاں نہیں بلکہ اللہ ہے وغیرہ وغیرہ۔ اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکْ!

جادو:

سحر (یعنی جادو) سے مراد ایسا ٹونا ہے جس کے ذریعے کسی کو نقصان پہنچانا یا کوئی ناجائز مقصد حاصل کرنا مقصود ہو۔ جادو اگر کسی کلمہ کفریہ یا کفریہ فعل پر مشتمل ہو تو بالاجماع کفر ہے اور ایسا جادوگر اور علم کے باوجود ایسے جادوگر سے ایسا جادو کروانے والا کافر ہے۔ جادو سیکھنا بھی جائز نہیں، البتہ کسی موذی جادوگر کے توڑ کے لئے ایسا جادو سیکھنا جو خلاف شرع کلمات وافعال پر مشتمل نہ ہو جائز ہے۔ جادو کے ذریعے کسی مسلمان کی جان، مال، اولاد اور عزت و آبرو کو نقصان پہنچانا سخت حرام ہے، بلکہ اسلامی ممالک کے اندر شہریت رکھنے والے یہود و نصاریٰ کے خلاف جادو کرنا بھی جائز نہیں، کیوں کہ ذمیوں کی جان و مال کی حفاظت اہل اسلام پر لازم ہے۔

قتل:

کسی مسلمان کے قتل کو جائز سمجھ کر اسے ناحق قتل کر دینا کفر ہے، جس کی سزا دائمی عذاب جہنم ہے۔ کسی مسلمان کے قتل کو گناہِ کبیرہ سمجھتے ہوئے اسے قتل کرنا یا کسی ذمی (اہل کتاب جو دار الاسلام کے شہری ہوں) کو جان بوجھ کر قتل کر دینا سخت حرام اور گناہ کبیرہ ہے۔ البتہ حدود و قصاص میں قاضیِ اسلام کے فیصلے کے مطابق کسی مجرم کو قتل کرنا یا پھر اہل حرب اور باغیوں کے خلاف قتال میں کفار اور باغیوں کو قتل کرنا جائز ہے۔

قرآن و حدیث میں ناحق قتل کو بہت بڑا فساد قرار دیا گیا ہے اور اس پر سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔ حدیث پاک میں ہے:

''جو قاتل کی آدھے لفظ کے ساتھ امداد کرے اسے بھی جہنم میں ڈالا جائیگا''

اس حدیث مبارکہ کی رو سے وکلاء کیلئے قاتل کا مقدمہ لڑنا جائز نہیں اور برادری اور دوست واحباب کو بھی قاتل کا ساتھ دینا جائز نہیں۔ کاش کہ لوگ اس حدیث پاک پر عمل کریں تاکہ قاتلوں کی حوصلہ شکنی ہو اور قتل وغارت کا خاتمہ ہو سکے!

سود:

کسی کو پیسہ دے کر اس کے عوض اصل رقم سے زائد رقم مقرر کر کے وصول کرنا، یا دو ایسی چیزیں جو ہم جنس ہوں اور وزن یا کیل کی جاتی ہوں، کے لین دین میں زیادتی کرنا یا ادھار کرنا ''ربا'' یعنی سود ہے۔

قرآن وحدیث میں سود کو بہت بڑا گناہ قرار دے کر سخت حرام قرار دیا گیا ہے، بلکہ قرآن مجید میں سود خوروں کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جنگ کا چیلنج کیا گیا ہے۔

حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سود کھانے والے، سود کھلانے والے، سود کا حساب و کتاب لکھنے والے اور سودی کاروبار میں گواہ بننے والے پر لعنت فرمائی ہے۔

اس وقت دنیا میں افراطِ زر، مہنگائی اور تجارتی خساروں کی بڑی وجہ سود ہی ہے۔ یہ تو دنیاوی نقصان ہے اور آخرت میں جو دردناک عذاب ہے اللہ کی پناہ!

حدیث پاک میں ہے کہ شب معراج حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سود خوروں کو جہنم میں اس حال میں دیکھا کہ ان کے پیٹ بڑی بڑی کوٹھڑیوں کی طرح ہیں اور یہ لوگ جہنم میں پتھر اور تھوہر کے کانٹے کھا رہے ہیں۔ **اَلْعِیَاذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکْ!**

یتیم کا مال کھانا:

یتیم سے مراد وہ نابالغ ہے جس کا والد فوت ہو جائے۔ یتیم کا مال کھانے سے مراد

کسی بھی ناجائز طریقہ سے یتیم کے مال سے فائدہ اٹھانا ہے، ویسے تو شریعت اسلامیہ میں ہر خیانت حرام ہے لیکن یتیم کے مال میں خیانت پر نہایت سخت وعیدیں بیان کی گئی ہیں۔

ایک حدیث میں ہے کہ جب کوئی یتیم پر ظلم کرتا ہے تو اس گناہ کی وجہ سے عرش معلیٰ کانپ جاتا ہے۔

اسلام میں یتیموں کے ساتھ انتہائی حسن سلوک کا حکم دیا گیا ہے، ایک حدیث مبارکہ میں ہے:

''جو شخص کسی یتیم کے سر پر دست شفقت رکھے تو اللہ تعالیٰ اس کے ہاتھ کے نیچے آنے والے بالوں کی تعداد کے مطابق اس کے گناہ معاف فرما دیتے ہیں۔''

ایک حدیث پاک میں ہے: بہترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ حسن سلوک کیا جاتا ہے اور بدترین گھر وہ ہے جس میں یتیم کے ساتھ بدسلوکی کی جاتی ہے۔

قتال کے روز بھاگ جانا:

اللہ تعالیٰ کے دین کی سربلندی اور کفار وفسادیوں کے فتنہ وفساد کو کچلنے کیلئے مسلمانوں پر تا روز قیامت قتال فرض کر دیا گیا ہے۔ جب مسلمانوں کا امام قتال کا اعلان کر دے اور لڑائی کا وقت آ جائے تو مسلمانوں کو ڈٹ کر لڑنے کا حکم ہے، ایسی جنگ میں جان دینے والا شہید کا اعلیٰ درجہ پاتا ہے اور شہادت کی موت طبعی موت سے بدرجہا بہتر ہے اور شہید کے لاتعداد فضائل قرآن وحدیث میں بیان کئے گئے ہیں۔

میدان جنگ میں راہ عزیمت یہ ہے کہ مسلمان کو کسی صورت میں بھی پیچھے نہیں ہٹنا چاہئے۔ لیکن اگر کفار کی تعداد دوگنا سے زائد ہو اور فتح کی کوئی صورت نظر نہ آ رہی ہو تو دوبارہ تیاری کر کے قتال کرنے کی نیت سے پیچھے ہٹنے کی رخصت ہے، جیسا کہ حدیث

پاک میں ہے کہ صحابہ کرام کے ایک سریہ (چھوٹا لشکر) نے جب دیکھا کہ دشمن کی تعداد بہت زیادہ ہے تو واپس لوٹ آئے، اہل مدینہ نے اس لشکر کو فرارون (یعنی بھاگ آنے والے) کہا تو نبی علیہ السلام نے فرمایا: یہ فرارون نہیں بلکہ کرارون (یعنی پلٹ کر حملہ کرنے والے) ہیں۔

لیکن کفار کی تعداد دوگنا یا کم ہونے کی صورت میں پیچھے ہٹنے کی قطعاً اجازت نہیں، جیسا کہ ارشاد باری ہے:

"وَاِن یَّکُنۡ مِّنۡکُمۡ مِائَۃٌ صَابِرَۃٌ یَّغۡلِبُوۡا مِائَتَیۡنِ۔"

ترجمہ: "اگر تم میں سے ایک سو صبر کرنے والے ہوں گے تو دو سو پر ضرور غالب آئیں گے۔"(100)

زنا کا جھوٹا الزام:

حدیث میں پاکدامن عورتوں پر زنا کا جھوٹا الزام لگانے کو ہلاک کر دینے والا گناہ قرار دیا گیا ہے۔لیکن دیگر دلائل شرعیہ کی روشنی میں عورت کی طرح پاکدامن مرد پر زنا کا الزام لگانا بھی سخت حرام ہے، اوراس کی سزا بھی "حد قذف" ہے۔

حد قذف یہ ہے کہ اگر کوئی شخص کسی مسلمان مرد یا عورت پر زنا کا الزام لگائے اور چار عادل گواہ پیش نہ کر سکے تو زنا کا الزام لگانے والے کو 80 کوڑے لگائے جائینگے اور تا زندگی کسی عدالت میں اس کی گواہی قبول نہیں کی جائیگی۔

مذکورہ بالا سزا مسلمان پر زنا کا جھوٹا الزام لگانے والے کی ہے، لیکن اگر کسی کافر مرد یا عورت پر جھوٹا زنا کا الزام لگایا تو اگر چہ یہ ناجائز اور گناہ ہے، لیکن ایسے شخص پر حد قذف نہیں لگائی جائے گی اور نہ ہی وہ "مردود الشھادۃ" قرار پائے گا۔ اگر شوہر اپنی بیوی

پر زنا کا الزام لگائے تو حکم مختلف ہے، اِس صورت میں حکم شرع یہ ہے کہ اگر شوہر چار عادل عینی گواہ پیش کردے تو عورت کو سنگسار کیا جائے گا، کیوں کہ شادی شدہ، آزاد، مسلمان، زانی، کی سزا یہی ہے اور اگر شوہر چار گواہ پیش نہ کرسکے تو شوہر پر حد قذف نہیں لگائی جائے گی بلکہ لعان کرایا جائیگا۔

لعان یہ ہے کہ قاضی اسلام کی عدالت میں شوہر چار بار اپنی بیوی کے زانیہ ہونے کی گواہی دے گا اور پانچویں بار کہے گا: اگر وہ جھوٹ کہہ رہا ہے تو اس پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہو۔ اس کے بعد بیوی چار بار گواہی دے گی کہ وہ پاک دامن ہے اور پانچویں بار کہے گی: اگر وہ زانیہ ہے تو اس پر خدا تعالیٰ کی لعنت ہو۔

اسکے بعد قاضی ان دونوں میں تفریق (علیحدہ) کرادیگا۔ اگر تفریق کے بعد عورت اقرار کرے کہ الزام درست تھا تو اسے سنگسار کیا جائے گا اور اگر مرد اقرار کرے کہ اس نے جھوٹا الزام لگایا تھا تو اس پر حد قذف لگائی جائے گی، حد قذف کے بعد دونوں پھر سے نکاح کرنے کے مجاز ہونگے۔

حوالہ جات

حوالہ97: "صحیح بخاری" کتاب الوصایا، باب قول اللہ تعالیٰ ان الذین یأکلون الخ، حدیث نمبر 2560۔

حوالہ98: ""صحیح مسلم" کتاب الایمان، باب بیان الکبائر واکبرھا، حدیث نمبر 129، ترقیم الاحدیث ترقیم العلمیہ۔

حوالہ99: "سنن نسائی" کتاب الوصایا، باب اجتناب اکل مال الیتیم، حدیث نمبر 3611 وغیرہ من کتب الحدیث الشریف۔

حوالہ100: "قرآن مجید، پارہ نمبر 9، سورہ انفال، آیت نمبر66۔

حدیث نمبر 39

’’عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِکٍ اَنَّ اُمَّ سُلَیْمٍ سَأَلَتْ رَسُوْلَ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَنْ یَّأْتِیَهَا فَیُصَلِّیَ فِیْ بَیْتِهَا فَتَتَّخِذَهٗ مُصَلًّی فَاَتَاهُ فَعَمِدَتْ اِلٰی حَصِیْرٍ فَنَضَحَتْهُ بِمَاءٍ فَصَلّٰی عَلَیْهِ وَصَلَّوْا مَعَهٗ۔‘‘ (101)

ترجمہ: ’’حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے درخواست کی کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر تشریف لائیں، گھر میں نماز پڑھیں تاکہ وہ اس جگہ کو جائے نماز بنائیں۔ پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کے گھر تشریف لائے تو انہوں نے ایک چٹائی پر پانی چھڑکا پس آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر نماز پڑھی اور ان سب نے بھی آپ کے ساتھ نماز پڑھی۔‘‘

تشریح: اس حدیث مبارکہ سے واضح ہے کہ صحابیۂ رسول حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا کا عقیدہ تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جس جگہ نماز پڑھیں اور جو جگہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب ہوجائے وہ متبرک ہوجائے گی چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس عقیدہ کو غلط قرار نہیں دیا بلکہ اس عقیدہ کی توثیق وتائید فرمائی۔

قرآن پاک سے ثابت ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے منسوب پتھر ’’مقام ابراہیم‘‘ اللہ تعالیٰ کی نشانیوں میں سے ہے اور طواف کعبہ کے بعد اس پتھر کے پاس نماز ادا کرنے کا حکم ہے۔

نیز قرآن مجید میں حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا سے منسوب 2 پہاڑیاں صفا ومروہ شعائر اللہ (اللہ تعالیٰ کی نشانیاں) قرار دی گئی ہیں تو ظاہر ہے کہ حبیب خدا سید الانبیاء حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے آثار وتبرکات کی عظمت وبرکت زیادہ ہے۔ یہی وجہ ہے

کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے کپڑوں، برتنوں، نماز پڑھنے اور ٹھہرنے کے مقامات حتیٰ کہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بالوں، ناخنوں اور تھوک مبارک کی بے حد تعظیم کرتے اور آثار وتبرکات نبویہ سے برکت، شفا اور سکون حاصل کرتے تھے۔

امام بخاری نے صحیح بخاری کتاب الشروط میں روایت کیا ہے کہ قریش مکہ کے سفیر عروہ بن مسعود ثقفی صلح حدیبیہ کا معاہدہ کرنے کے بعد جب مکہ واپس آئے تو قریش مکہ کو یوں مخاطب ہوئے:

”یَاقَوْمِ لَقَدْ وَفَدْتُ عَلَی الْمُلُوْکِ وَوَفَدْتُ عَلٰی قَیْصَرَ وَکِسْرٰی وَالنَّجَاشِیِّ وَاللّٰہِ اِنْ رَّأَیْتُ مَلِکًا یُعَظِّمُہٗ اَصْحَابُہٗ مَایُعَظِّمُ اَصْحَابُ مُحَمَّدٍ مُّحَمَّدًا۔ اِنْ تَنَخَّمَ نُخَامَۃً وَقَعَتْ عَلٰی کَفِّ رَجُلٍ مِّنْھُمْ فَدَلَکَ بِھَا وَجْھَہٗ وَجِلْدَہٗ۔ وَاِذَا تَوَضَّأَ کَادُوْا یَقْتَتِلُوْنَ عَلٰی وَضُوْئِہٖ وَاِذَا تَکَلَّمَ خَفَضُوْا لَہٗ اَصْوَاتَھُمْ وَمَایُحِدُّوْنَ النَّظْرَ اِلَیْہِ تَعْظِیْمًا لَّہٗ۔ اِنَّہٗ عَرَضَ عَلَیْکُمْ خُطَّۃَ رُشْدٍ فَاقْبَلُوْھَا۔“ (102،103)

ترجمہ: ”اے میری قوم! میں کئی بادشاہوں کے پاس سفیر بن کر گیا ہوں، میں قیصر روم، کسریٰ ایران اور نجاشی حبشہ کے پاس بھی سفیر بن کر گیا۔ اللہ کی قسم! کسی بادشاہ کے ساتھی کسی بادشاہ کی اتنی تعظیم نہیں کرتے جیسا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے ساتھی اُن کی تعظیم کرتے ہیں اگر وہ تھوکتے ہیں تو اُن کا تھوک کسی کے ہاتھ پر پڑتا ہے تو وہ اُسے چہرے اور جسم پر مل لیتا ہے اور وضو کرتے ہیں تو وضو کا استعمال شدہ پانی حاصل کرنے کے لئے لڑائی تک نوبت پہنچتی ہے اور جب کلام کرتے ہیں تو سناٹا چھا جاتا ہے۔ وہ اُن کی تعظیم کی وجہ سے اُنہیں آنکھ بھر کر نہیں دیکھتے۔ یقیناً اُس شخص (حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم) نے تم پر ہدایت پیش کی ہے تم اُسے قبول کرلو!“

اس روایت سے روز روشن کی طرح ثابت ہے کہ صحابہ کرام آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے تبرکات کی بے حد تعظیم کرتے اور تبرکات نبویہ سے برکت وسکون حاصل کرتے تھے۔ اور اس پر بعد میں اُمت مسلمہ کا عمل رہا۔ لیکن آج کل نجدی علماء نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپکے آثار وتبرکات کی تعظیم وتکریم کو بلا دلیل شرعی شرک وکفر قرار دیتے ہیں۔ **اَلْعَیَاذُ بِاللّٰہِ مِنْ ذَالِکْ!**

شارح بخاری امام احمد قسطلانی رحمۃ اللہ علیہ مواہب لدنیہ میں فرماتے ہیں:

”وَعَلَامَۃُ مُحَبّتِہٖ مُحَبّۃُ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَدِیْنِہٖ وَبَلَدِہٖ بَلْ مُحَبّۃُ کُلِّ شَیءٍ یُّنْسَبُ اِلَیْہِ۔“

ترجمہ: ”آپکی محبت کی علامت آپکے آل واصحاب، آپکے دین، آپ کے شہر (مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ) سے محبت، بلکہ ہر اُس شے سے محبت ہے جو آپ کی طرف منسوب ہو۔“

لیکن افسوس! نجدی علماء مقامات مصطفی وآثار نبوی مثلاً غار حرا، غار ثور، جبل احد اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے منسوب کنوؤں ومتبرک مقامات کی زیارت کو بغیر کسی دلیل شرعی کے کفر و شرک قرار دے کر صحابہ کرام سے لے کر آج تک کے مسلمانوں تک پوری امت مسلمہ جو کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نشانیوں کی تعظیم وتکریم اور ان سے برکت حاصل کرنے کو ایمان کا حصہ قرار دیتی ہے کو مشرک وکافر قرار دے کر مسلمانوں کے جذبات دینیہ کو شدید مجروح کرتے ہیں۔

حوالہ جات

حوالہ101: ”سنن نسائی“ کتاب المساجد، باب الصلوٰۃ علی الحصیر، حدیث 729

حوالہ102: ”صحیح بخاری“ کتاب الشروط، باب الشروط فی الجہاد الخ، حدیث نمبر 2529۔

حوالہ103: ”صحیح ابن حبان“ جلد11، صفحہ 221، مؤسسۃ الرسالہ بیروت۔

حدیث نمبر 40

’’عَنِ الْبَرَاءِ قَالَ بَعَثَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم رَھْطًا اِلٰی اَبِیْ رَافِعٍ فَدَخَلَ عَلَیْہِ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَتِیْکٍ بَیْتَہٗ لَیْلًا وَھُوَ نَائِمٌ فَقَتَلَہٗ فَقَالَ عَبْدُ اللّٰہِ بْنُ عَتِیْکٍ فَوَضَعْتُ السَّیْفَ فِیْ بَطْنِہٖ حَتّٰی اَخَذَ فِیْ ظَھْرِہٖ فَعَرَفْتُ اَنِّیْ قَتَلْتُہٗ فَجَعَلْتُ اَفْتَحُ الْاَبْوَابَ حَتّٰی انْتَھَیْتُ اِلٰی دَرَجَۃٍ فَوَضَعْتُ رِجْلِیْ فَوَقَعْتُ فِیْ لَیْلَۃٍ مُقْمِرَۃٍ فَانْکَسَرَتْ سَاقِیْ فَعَصَبْتُھَا بِعَمَامَۃٍ فَانْطَلَقْتُ اِلٰی اَصْحَابِیْ فَانْتَھَیْتُ اِلَی النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَحَدَّثْتُہٗ فَقَالَ اُبْسُطْ رِجْلَکَ فَبَسَطْتُّ رِجْلِیْ فَمَسَحَھَا فَکَاَنَّمَا لَمْ اَشْتَکِھَا قَطُّ۔‘‘

ترجمہ:

’’حضرت براء رضی اللہ عنہ سے روایت ہے فرمایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابورافع (یہ ایک گستاخ رسول یہودی تھا) کی طرف ایک جماعت بھیجی تو عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ رات کے وقت اسکے گھر میں داخل ہوئے جبکہ وہ سورہا تھا آپ نے اسے قتل کردیا۔ عبداللہ بن عتیک رضی اللہ عنہ کہتے ہیں میں نے اسکے پیٹ میں تلوار رکھی حتیٰ کہ وہ اس کی پیٹھ میں گزر گئی تو میں سمجھ گیا کہ میں نے اسے قتل کردیا ہے پھر میں دروازے کھولنے لگا یہاں تک کہ میں آخری سیڑھی تک پہنچ گیا میں نے اپنا پاؤں رکھا تو چاندنی رات میں گر گیا تو میری پنڈلی ٹوٹ گئی میں نے پگڑی سے اس پر پٹی باندھ دی پھر میں اپنے ساتھیوں کی طرف چلا پھر میں نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک پہنچا تو میں نے آپ کو خبر دی۔ آپ نے فرمایا اپنا پاؤں پھیلاؤ میں نے پاؤں پھیلایا تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس پر اپنا ہاتھ پھیرا تو گویا مجھے اس کی پہلے

کبھی کوئی شکایت نہ تھی‘‘(104،105)

تشریح:

یہ ابو رافع یہودی تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بدترین دشمن تھا اور آپکی شان اقدس میں گستاخیاں کرتا تھا چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے صحابہ کرام کی ایک جماعت کو اس گستاخ رسول کے قتل پر مقرر فرمایا اور اسے قتل کر دیا گیا۔

اسی طرح حضرت ابن عباس اور دیگر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایت ہے کہ ایک یہودی عورت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی گستاخی کرتی تھی تو ایک شخص نے اسے قتل کر دیا تو نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس گستاخِ رسول یہودن کا قصاص نہ لیا اور اس قتل کو ’’ہدر (رائیگاں)‘‘ قرار دیا۔(106)

اس حدیث سے ثابت ہوا کہ غیر مسلم ذمی (اسلامی ریاست کا شہری) ہو اور گستاخی رسول کا ارتکاب کرے تو وہ بھی واجب القتل ہے اور اگر کوئی مسلمان کسی گستاخ رسول کو غیرت دینی کی بنیاد پر قتل کر دے تو اس سے قصاص نہیں لیا جائیگا۔ نیز یہ کہ جنگ میں عورت کو قتل نہ کرنے کا حکم ہے لیکن عورت اگر گستاخ رسول ہو تو واجب القتل ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فتح مکہ کے موقع پر گستاخ رسول قریبہ وسارہ عورتوں کو قتل کرنے کا حکم دیا تھا۔

اور حضرت علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم فی الجنۃ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا جو کسی نبی کو گالی دے تو اسے قتل کر دیا جائے۔(107)

اس حدیث مبارک سے ثابت ہوا کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تک کسی بھی نبی کا گستاخ واجب القتل ہے۔

نیز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے گستاخ رسول کعب بن اشرف یہودی کے بارے فرمایا: اسے کون قتل کریگا؟ اس نے اللہ اور اسکے رسول کو ایذا پہنچائی ہے! چنانچہ حضرت محمد بن مَسلمہ رضی اللہ عنہ نے یہ کام اپنے ذمے لیا اور اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس گستاخ رسول کو قتل کیا۔

حضور رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جنگ بدر کے 70 قیدیوں میں سے 68 قیدیوں کو فدیہ لے کر معاف فرمادیا لیکن دو گستاخان رسول کو قتل کرنے کا حکم دیا۔ (108)

فتح مکہ کے موقع پر حضور رحمۃ للعلمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تمام کفار مکہ کو معاف فرمادیا لیکن چند گستاخان رسول کو قتل کرنے کا حکم دیا جن میں سے ابن خطل جو کہ غلاف کعبہ کے ساتھ چمٹا ہوا تھا، حضرت سعید بن حویرث اور حضرت ابو برزہ اسلمی رضی اللہ عنہما نے اسے غلاف کعبہ سے نکال کر زمزم کے پاس قتل کیا۔ (109،110،111)

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے پاس ایک گستاخ رسول کو لایا گیا تو آپ نے اسے قتل کا حکم دیا اور فرمایا: ''جو کسی بھی نبی کو گالی دے اسے قتل کردو۔''

کسی صحابی نے اس حکم کی مخالفت نہیں کی۔ اس سے گستاخ نبی کے واجب القتل ہونے پر اجماع صحابہ سکوتی ثابت ہوتا ہے۔

قاضی عیاض رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں:

ترجمہ: ''علماء اسلام کا اس بات پر اجماع ہے کہ حضور کی شان اقدس میں گستاخی کرنے والا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شان میں کمی کرنے والا کافر ہے اور اس پر عذاب الٰہی کی وعید جاری ہے اور جو اس کے کافر و مستحق عذاب ہونے میں شک کرے وہ بھی کافر

ہے۔۔۔اور امت مسلمہ کا اجماع ہے کہ مسلمان کہلا کر حضور کی شان میں تنقیص کرنے اور سب وشتم کہنے والا قتل کیا جائیگا۔" (112)

حوالہ جات

حوالہ104: "مشکوۃ المصابیح" باب فی المعجزات، الفصل الاول، صفحہ نمبر 531-32، مکتبہ امدادیہ ملتان۔

حوالہ105: "صحیح بخاری" کتاب المغازی، باب قتل ابی رافع الخ، حدیث نمبر 3733، ترقیم العلمیہ۔

حوالہ106: "صحیح ابی داؤد" کتاب الحدود، باب الحکم من سب النبی ﷺ، حدیث نمبر 3795 وغیرہ من کتب الحیث۔

حوالہ107: "مجمع الزوائد" جلد نمبر 6، صفحہ نمبر 260۔

حوالہ108: "شفاء شریف" جلد نمبر 2، صفحہ نمبر 195۔

حوالہ109: "صحیح بخاری" کتاب الحج، باب دخول الحرم ومکہ بغیر احرام الخ، حدیث نمبر 1715۔ وغیرہ

حوالہ110: "صحیح مسلم" کتاب الحج، باب جواز دخول مکہ بغیر احرام، حدیث نمبر 2417۔

حوالہ 111: "جامع ترمذی" کتاب الجہاد عن رسول اللّٰہ، باب ماجاء فی المغفر، حدیث نمبر 1616۔ وغیرہ من کتب الحدیث۔

حوالہ 112: "الشفاء بحقوق المصطفیٰ" صفحہ نمبر 190، 186۔

۔۔۔۔۔۔۔ تمت بالخیر ۔۔۔۔۔۔۔

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم
وتب علینا انک انت التواب الرحیم
وارحمنا انک انت ارحم الراحمین
وانصرنا انک انت خیر الناصرین
واحفظنا انک انت خیر الحافظین

ایک نظر
مصنف مدظلہٗ
کی زندگی پر

از قلم

علامہ محمد ساجد القادری

صدر المدرسین جامعہ قادریہ عالمیہ

درگاہ نیک آباد مراڑیاں شریف گجرات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حضرت پیر محمد افضل قادری صاحب دامت برکاتہم العالیہ بن قطب الاولیاء مولانا پیر محمد اسلم قادری قدس سرہ بن فقیہ اعظم حضرت مولانا محمد نیک عالم قادری قدس سرہ۔

آپ 4 جمادی الاولیٰ 1372ھ/ 20 جنوری 1953ء منگل بوقت سحر ٹبی مرل گجرات میں پیدا ہوئے۔ ایک صاحب کرامات و مستجاب الدعوات مجذوب درویش حضرت سائیں خوشی محمد قادری رحمۃ اللہ علیہ نے زبردست اصرار کے ساتھ گھٹی دی اور درویش کامل ہونے کی پیش گوئی فرمائی۔

قدیم زمانہ سے بزرگانِ خاندان کے یہاں موجود تحریری شجرہ کے مطابق آپ کا تعلق قطب شاہی کھوکھر خاندان سے ہے، کھوکھر قطب شاہ کے بیٹے اوراعوان و چوہان کے بھائی تھے۔ قطب شاہ کا سلسلہ نسب ساتویں پشت میں امیر المومنین حضرت سیدنا علی المرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے ملتا ہے اس طرح حضرت پیر محمد افضل قادری کا سلسلہ نسب 40ویں پشت میں امیر المومنین حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک جا پہنچتا ہے۔

آپ کے دادا جان عالم ربانی فقیہ اعظم حضرت مولانا الحاج خواجہ محمد نیک عالم قادری رحمۃ اللہ علیہ اپنے زمانہ کے عظیم فقیہ، مروجہ علوم عربیہ واسلامیہ کے بے مثال ماہر استاذ، شب بیدار، صاحب کرامات، مستجاب الدعوات، ولی کامل اور بارگاہ نبوی کے حضوری ومقرب بزرگ تھے۔

آپ کی علمی جلالت کا اندازہ اس امر سے لگایا جاسکتا ہے کہ محدث بھکھی شریف حضرت علامہ سید محمد جلال الدین شاہ رحمۃ اللہ علیہ اور کئی علماء کبار نے آپ سے علوم دینیہ کی تحصیل یا تکمیل کی۔

آپ کس قدر عبادت گزار تھے؟ آپ کے شاگرد رشید، شیخ المدرسین حضرت مولانا محمد نواز صاحب کیلانی رحمۃ اللہ علیہ بانی جامعہ مدینۃ العلم گوجرانوالہ فرماتے ہیں کہ میرے استاذ محترم حضرت مولانا محمد نیک عالم قادری بیماری اور علالت کے ایام میں کم از کم 18 پارے روزانہ تلاوت فرماتے تھے اور آپ نے باقاعدہ قرآن حفظ نہیں کیا تھا لیکن

تلاوت کر کر کے حافظ قرآن بن گئے تھے۔

حضرت کی بے شمار کرامات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ آپ نے نہایت قحط سالی کے ایام میں نالہ بھمبر میں بارش کی دعا فرمائی اسی وقت کالی گھٹا ظاہر ہوئی اور موسلا دھار بارش ہونے لگی اور لوگ بھیگتے ہوئے واپس آئے جبکہ دعا سے پہلے آسمان پر ذرہ بھر بادل نہیں تھے۔ آپ کی اس کرامت کے کثیر تعداد میں گواہ آج بھی موضع مراڑیاں شریف اور ساہنوال کلاں وغیرہ میں زندہ ہیں۔

آپ ہی نے جامعہ قادریہ عالمیہ کی بنیاد 1905ء میں موضع مراڑیاں شریف گاؤں کی مسجد میں رکھی تھی۔ چنانچہ 1958ء میں آپ کے وصال کے بعد آپ کے خلف الرشید قطب الاولیاء حضرت خواجہ پیر محمد اسلم قادری رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کے مزار اقدس کے پاس جامعہ قادریہ عالمیہ کی موجودہ عمارات کی بنیاد رکھی۔

آپ کے والد گرامی قطب الاولیاء حضرت مولانا خواجہ پیر محمد اسلم قادری قدس سرہ (ولادت: 11 رمضان 1347ھ بمطابق 22 فروری 1929ء وفات: 25 ذوالحج 1424ھ بمطابق 17 فروری 2004) درس نظامی کے ماہر استاذ، متبحر عالم دین، اپنے دور کے بے مثل صاحب ریاضت ومجاہدہ، عظیم مربی، مصلح ومبلغ، بارگاہ نبوی و بارگاہ غوثیہ میں مقرب، صبر و استقامت کے پہاڑ، نہایت سخی وکریم، دین کے سچے رہنما اور درود شریف کے مبلغ اعظم تھے۔

آپ کو بغداد شریف کے تین نقیب الاشراف، سیدنا حضرت محمود حسام الدین گیلانی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ، سیدنا حضرت ابراہیم سیف الدین گیلانی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ اور سیدنا حضرت احمد ظفر گیلانی بغدادی دامت برکاتہم العالیہ نے ''خلافت غوثیہ'' عطا فرمائی۔ اس کے علاوہ قطب مدینہ منورہ حضرت مولانا محمد ضیاء الدین مدنی رحمۃ اللہ علیہ، امام المحدثین حضرت سید ابوالبرکات شاہ لاہوری رحمۃ اللہ علیہ، محدث اعظم ہند حضرت سید محمد کچھوچھوی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر درجنوں اولیاء کرام وصوفیاء اسلام نے آپ کو مختلف سلسلوں کی خلافتیں عطا

فرمائی۔

آپ نے اپنے وصال سے 33 سال قبل مراڑیاں شریف کے سالانہ عرس مبارک کے عظیم الشان اجتماع میں اپنے فرزند اور معاون خصوصی حضرت علامہ پیر محمد افضل قادری کی دستار بندی کر کے جامعہ قادریہ عالمیہ اور خانقاہ شریف کے تمام انتظامی، تعلیمی، تعمیراتی انتظامات ان کے سپرد کرنے کا اعلان فرمایا اور پھر اپنے وصال سے 12 سال قبل علالت کے باعث اپنی جگہ جامع مسجد عیدگاہ نیک آباد کی خطابت کی ذمہ داری بھی آپ کے سپرد کر دی اور اپنی زندگی میں عمرہ یا کسی بھی سفر پر تشریف لے جاتے تو قبلہ پیر محمد افضل قادری کو ہی نیک آباد میں اپنے مصلیٰ پر بٹھا کر پیری، مریدی اور اصلاح وارشاد کے فرائض سپرد فرماتے۔

حضرت پیر محمد افضل قادری نے پرائمری سکول کی تعلیم غوثیہ سکول مراڑیاں شریف سے حاصل کی، پھر اپنے والد گرامی قدس سرہٗ، استاذ العلماء حضرت مولانا مفتی نور حسین نقشبندی مدظلہ اور دیگر ماہر اساتذہ کرام سے درس نظامی کی مروجہ کتب پڑھیں اور 1968-69 میں حکیم الامت حضرت مولانا مفتی احمد یار خان نعیمی قدس سرہٗ سے دورۂ حدیث اور آخری کتب درس نظامی کی تعلیم حاصل کی۔ درس نظامی کی تدریس دورِ طالب علمی 1967ء سے شروع کی ہوئی تھی۔ 1969ء میں دورہ حدیث سے فارغ التحصیل ہونے کے بعد تدریس درس نظامی کے ساتھ ساتھ میٹرک، ایف اے، بی اے، ایم اے اسلامیات اور فاضل عربی کے امتحانات بھی پرائیویٹ تیاری کر کے شاندار نمبروں سے پاس کئے۔

1974ء میں ایک سال مفتی اعظم حضرت قبلہ سید ابوالبرکات شاہ نور اللہ مرقدہ سربراہ حزب الاحناف لاہور کی خدمت میں رہے۔ نماز ظہر تک دورۂ حدیث کی سماعت و دہرائی کرتے اور ظہر کے بعد رات گئے تک فتویٰ نویسی کی تربیت حاصل کرتے اور مرکزی جامعہ حزب الاحناف میں آئے ہوئے سوالات پر فتوے لکھتے، نیز اس دوران تمہید شریف، ابو شکور سالمی اور دیگر کتب بھی قبلہ سید صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں مزید برآں فلسفہ کی

بالائی تعلیم استاذ الاساتذہ حضرت مولانا سلطان احمد گولڑوی رحمۃ اللہ علیہ آف حاصلانوالہ شریف سے حاصل کی۔خود فرماتے ہیں کہ ''حضرت والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ نے تعلیم پر بے حد توجہ فرمائی اور سردی کی راتوں میں رات بارہ بجے تک اپنے پاس بٹھا کر اسباق کی تیاری کراتے اور نماز فجر سے پہلے جگا کر پڑھائی پر بٹھا دیتے اور اس کے ساتھ روحانی تربیت بھی فرماتے۔''

آپ نے طالب علمی کے دور سے درس نظامی کی تدریس کا سلسلہ شروع کیا جو کہ دم حال 2016ء تک جاری ہے۔ حیرت ہے کہ جامعہ قادریہ عالمیہ اور شریعت کالج طالبات اور دیگر اداروں کی بے پناہ انتظامی وتعمیراتی مصروفیات اور تنظیمی، تحریکی، تبلیغی، خانقاہی وعلاقائی مصروفیات کے باوجود آپ دیگر مدرسین کی طرح درس نظامی کی تدریس کے فرائض نہایت احسن طریقے سے انجام دیتے ہیں اور رات بھر سفر یا علالت کے باوجود اسباق کا ناغہ نہیں کرتے۔آپ کا تا حال تجربہ تدریس 50 سال ہو چکا ہے۔اس طویل عرصہ میں آپ نے کئی بار درس نظامی مکمل مع دورۂ حدیث اور فاضل عربی کی کتب پڑھائی ہیں اور قرآن پاک کا انگلش ترجمہ بھی پڑھایا ہے۔ اس طرح آپ کے بے شمار شاگرد اور شاگردوں کے شاگرد (خواتین وحضرات) دنیا بھر میں مساجد، مدارس، خانقاہوں اور اسلامی مراکز میں شاندار دینی تعلیمی وتبلیغی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔

آپ کے والد گرامی رحمۃ اللہ علیہ نے 1971ء میں جامعہ قادریہ عالمیہ آپ کے سپرد کیا، اُس وقت جامعہ میں صرف 4 سادہ کمرے تھے جبکہ رقبہ 3 کنال کے قریب تھا۔ جامعہ کھیتوں میں واقع تھا راستہ نہیں تھا، مسافر طلبہ کی تعداد 30 کے قریب تھی، جامعہ میں لنگر نہیں پکتا تھا، حالات نہایت ناسازگار تھے۔حضرت پیر محمد افضل قادری نے جامعہ کا انتظام سنبھالنے کے بعد اپنے والد گرامی قدس سرہٗ کی سرپرستی اور دعاؤں کی بدولت

تدریسی، انتظامی، تعمیراتی، رابطہ عوام وخواص، تبلیغی، تحریکی، سماجی اور تنظیمی امور میں انتہائی محنت شاقہ کی، جس کے نتیجے میں آج جامعہ کا رقبہ 40 کنال کے قریب ہے۔ طلبہ وطالبات کے لیے علیحدہ علیحدہ پرشکوہ عظیم الشان عمارتیں تعمیر ہو چکی ہیں۔

مزید کئی بلاکوں کی تعمیر زیرِ غور ہے۔ جی ٹی روڈ سے جامعہ تک راستہ خرید کر پختہ سڑک تعمیر ہو چکی ہے۔ خواجگان نیک آباد کی قبور پر عالیشان دو منزلہ مزار اقدس تعمیر ہو چکا ہے۔ ضلع گجرات کی سب سے بڑی جامع مسجد عید گاہ قادریہ عالمیہ تکمیل کے مراحل میں ہے۔ جامعہ میں 1000 مسافر طلبہ وطالبات کا فری لنگر پکایا جاتا ہے۔ فون، فیکس، بجلی، گیس، کمپیوٹر، ای میل اور ویب سائٹ جیسی سہولیات موجود ہیں۔ جامعہ سے ہزاروں طلبہ و طالبات فارغ التحصیل ہو کر اندرون و بیرون ملک شاندار دینی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ اب جامعہ کا فیض دیہات سے نکل کر دنیا بھر میں پھیل چکا ہے۔ اس کے علاوہ صرف شعبہ طالبات کی رجسٹرڈ شاخوں کی تعداد دم تحریر تک 400 تک پہنچ چکی ہے۔ جبکہ جامعہ قادریہ عالمیہ کے مردانہ شعبہ کی شاخوں کی بھی تنظیم سازی کی جا رہی ہے۔ جامعہ سے شائع ہونے والا ماہنامہ اہلسنّت اور اب ''ماہنامہ آواز اہلسنّت'' پوری دنیا میں عقائد و اعمال و اخلاق کی اصلاح کیلئے پڑھا جاتا ہے اور بے حد مقبول ہے اور انٹرنیٹ پر بھی شائع ہوتا ہے۔ الغرض اب جامعہ کی تدریسی، تعلیمی، تبلیغی، تحریکی، انقلابی، اشاعتی، سماجی اور تنظیمی خدمات جلیلہ کی بنا پر دنیا بھر کے دینی مدارس و اسلامی مراکز میں جامعہ قادریہ عالمیہ کو ایک نمایاں و امتیازی مقام حاصل ہے۔

آپ کے والد گرامی قطب الاولیاء حضرت مولانا پیر محمد اسلم قادری قدس سرہٗ نے بچپن ہی سے سلسلہ قادریہ کے اسباق کی خوب خوب مشقیں کرائیں اور کشف صدور اور کشف قبور کے لیے خصوصی توجہات کے ذریعے فیض رسانی فرمائی اور پھر 1971ء میں سالانہ عرس مبارک کے عظیم الشان اجتماع میں خلافت مطلقہ عطا فرما کر دستار بندی فرمائی اور پھر فیض رسانی و روحانی تربیت کا سلسلہ زندگی بھر جاری رکھا اور ذکر وفکر منعقد کر کے قبلہ پیر محمد افضل

قادری کی حفاظت اور فتوحات و برکات کیلئے خصوصی دعائیں فرماتے، نیز جس بزرگ سے ملاقات ہوتی تو فرماتے ''عزیزم پیر محمد افضل قادری اور مدرسہ کیلئے دعا فرمائیں''۔

مزید برآں اپنے والد گرامی قدس سرہٗ کے ارشاد سے قدوۃ الاولیاء حضرت سیدنا طاہر علاؤ الدین گیلانی بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے بھی بیعت تبرک کر کے خصوصی فیوض و برکات اور وظائف غوثیہ حاصل کئے اور 1998ء میں حاضری بغداد شریف کے موقع پر نقیب الاشراف حضرت سیدنا احمد ظفر گیلانی بغدادی نے آپ کو دربار غوث الاعظم کی خلافت عطا فرمائی اور خصوصی اجازات مرحمت فرمائیں۔ نیز سلسلہ عالیہ رفاعیہ کے عظیم بزرگ اور عالمی مبلغ اسلام شیخ المشائخ حضرت سید یوسف ابن سید ہاشم الرفاعی رحمۃ اللہ علیہ نے بھی آپ کو سلسلہ عالیہ رفاعیہ میں خلافت عطا فرمائی اور سلسلہ رفاعیہ کی اجازتیں عطا فرمائیں۔

حضرت قبلہ پیر صاحب دور طالب علمی میں اور بعد ازاں 1977ء تک تمام دینی و ملی تحریکوں میں ذاتی طور پر سرگرم عمل رہے اور کل پاکستان سنی کانفرنس 16 اکتوبر 1978ء سے چند ماہ پہلے جماعت اہلسنّت پاکستان میں شمولیت اختیار کی اور آپ کو ضلع گجرات کی تنظیم کا ناظم اعلیٰ اور مرکزی شوریٰ کا رکن منتخب کیا گیا۔ آپ نے عیدگاہ گجرات میں فقید المثال سنی کانفرنس منعقد کرائی اور ضلع بھر میں تنظیموں کے جال بچھا دیئے لیکن مرکز میں جماعت اہلسنّت پاکستان میں گروپنگ ہوگئی اور جماعت کا کام ٹھپ ہوگیا تو آپ نے تنظیمی امور کیلئے ''جماعت خدام اہلسنّت پاکستان'' کے نام سے ایک تنظیم قائم کی جس نے عریانی و فحاشی اور اعراس بزرگان دین میں مروج غیر شرعی رسوم (میلوں) کے خلاف زبردست علم جہاد بلند کیا۔

بعد ازاں جماعت اہلسنّت پاکستان صوبہ پنجاب کے صدر منتخب ہوئے۔ 17 فروری 1994ء کو جماعت اہلسنّت کے تمام گروپ متحد ہوئے اور حضرت پیر کرم شاہ صاحب بھیروی رحمۃ اللہ علیہ کی چیئرمین شپ میں 12 رکنی متحدہ سنی سپریم کونسل منتخب ہوئی

تو آپ اس کے رکن منتخب ہوئے، سنی سپریم کونسل نے آپ کو جماعت اہلسنّت پاکستان کی دستور ساز کمیٹی کا چیئرمین منتخب کیا اور جلد ہی ایک جامع و مفصل ''دستور العمل'' تیار کرلیا گیا جو آج تک نافذ العمل ہے۔

مئی 1994ء میں متحدہ جماعت اہلسنّت پاکستان کے مرکزی ناظم اعلیٰ منتخب ہوئے اور شب و روز ہنگامی بنیادوں پر چاروں صوبوں اور آزاد کشمیر کے طوفانی دورے کر کے ملک بھر میں جماعت اہلسنّت پاکستان کی صوبائی، ضلعی اور شہری تنظیموں کے جال بچھا دیئے اور بے مثال تنظیمی، تبلیغی، اصلاحی، تحریکی، انقلابی اور جہادی خدمات انجام دیں اور بیرونی ممالک کے دورے کر کے بیرون ملک میں بھی جماعت اہلسنّت کو متعارف کرایا۔

مئی 1998ء میں تنظیمی ساتھیوں پر زور دیا کہ جماعت اہلسنّت پاکستان کے پلیٹ فارم سے نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نفاذ کیلئے فیصلہ کن تحریک چلائی جائے۔ اس وقت میاں محمد نواز شریف وزیر اعظم پاکستان تھے۔ اور جماعت کے عہدیداران کی اکثریت میاں نواز شریف کے خلاف سڑکوں پر نکلنے کی مخالف تھی۔ لہٰذا تحریک نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی مخالفت کی بنا پر جماعت اہل سنت کے مرکزی ناظم اعلیٰ کے عہدہ سے مستعفی ہو کر ''عالمی تنظیم اہلسنّت'' کے قیام کا اعلان کیا اور عالمی تنظیم اہلسنّت کے کنوینر کی حیثیت سے ملک بھر میں نفاذ نظام مصطفی ترجمہ کنز الایمان کے ٹی وی پر اجراء اور سانحہ ابواء شریف کے حوالے سے زبردست تحریک شروع کی۔ پھر عالمی تنظیم اہلسنّت کی شوریٰ کے اجلاس منعقدہ یکم نومبر 2000ء اسلام آباد میں آپ کو متفقہ طور پر مرکزی امیر منتخب کرلیا گیا۔ اس وقت آپ عالمی تنظیم اہلسنّت کے مرکزی امیر کی حیثیت سے ملکی اور عالمی سطح پر شاندار دینی و ملی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ تحریکوں کا اجمالی خاکہ درج ذیل ہے۔

مجاہد ملت حضرت صاحبزادہ پیر محمد افضل قادری چونکہ انتہائی صاحب درد، غیور اور بہادر مسلمان واقع ہوئے ہیں لہٰذا آپ نے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عزت وحرمت اور دینی اقدار کے تحفظ کیلئے کبھی کسی خطرے کی پرواہ نہیں کی۔ ظالم وجابر حکمرانوں کے سامنے کلمۃ الحق بلند کرنا اور طاغوتی قوتوں کے ساتھ ٹکر لینا آپ کا شعار ہے۔ آپ کو کلمہ حق کی آواز بلند کرنے کی پاداش میں میانوالی، لاہور، راولپنڈی اور گجرات کی جیلوں میں کئی بار نظر بند کیا گیا لیکن آپ نے ہمیشہ صبر واستقامت کا مظاہرہ فرمایا۔

آپ نے جامعہ قادریہ عالمیہ کی توسیع وترقی اور تعلیمی وتدریسی شاندار خدمات اور اندرون وبیرون ملک دینی مدارس کا جال بچھا دینے کے علاوہ علاقہ کیلئے کئی ترقیاتی کام کروائے اور عوام الناس کے فلاحی کاموں میں ہمیشہ پیش پیش رہے۔

جن دینی وملی تحریکوں اور مہمات میں مومنانہ اور قائدانہ کردار پیش کیا ان میں سے چند ایک درج ذیل ہیں:

(۱) تحریک ختم نبوت (۲) تحریک نظام مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۳) تحریک تحفظ ناموس رسالت (۴) اُم رسول حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا کی قبر مبارک کی مسماری کے خلاف تحریک سانحہ ابواء (۵) تحریک تحفظ حقوق اہلسنت (۶) تحریک انسداد میلہ جات وغیرہ شرعی رسوم اور اعراس (۷) تحریک یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۸) تحریک امداد مہاجرین افغانستان وکشمیر (۹) تحریک آزادی کشمیر (۱۰) بابری مسجد کے انہدام کے خلاف تحریک (۱۱) تحریک انسداد دہشت گردی (۱۲) بدمذاہب سے اتحاد کے خلاف تحریک (۱۳) مولانا محمد اکرم رضوی کی شہادت پر دہشت گردی کے خلاف تحریک (۱۴) سنی کانفرنسز وکنونشنز کا اہتمام (۱۵) خطبہ جمعۃ المبارک میں لاؤڈ سپیکر پر پابندی کے خلاف تحریک (۱۶) سیفی حضرات اور مولانا پیر محمد چشتی (مرحوم) کے مقدمہ کا شرعی فیصلہ (۱۷) ملی یکجہتی کونسل کے دستور میں

اہل سنت کش شقوں کے خلاف تحریک (۱۸) تحریک اجراء ترجمہ کنزالایمان برٹی وی (۱۹) سنی سیکرٹریٹ کے قیام کی تحریک (۲۰) تحریک بازیابی نعلین پاک (۲۱) افغانستان وعراق پر امریکی حملے کے خلاف تحریک (۲۲) نصاب تعلیم میں تبدیلی کے خلاف تحریک (۲۳) ماہنامہ اہلسنّت و ماہنامہ آواز اہلسنّت کا اجراء (۲۴) حجاج کیلئے تربیتی کیمپس (۲۵) اسلامی تربیتی کورسز کا اجراء (۲۶) امریکہ میں بے حرمتی قرآن کیخلاف تحریک (۲۷) گستاخانہ خاکوں کے خلاف تحریک (۲۸) غازی عامر چیمہ کی شہادت پر ان کی قبر پر غازیان ناموس رسالت کی یادگاروں پر مشتمل ناموس رسالت کمپلیکس کی تعمیر (۲۹) حدود آرڈیننس میں ترامیم کے خلاف تحریک (۳۰) حکومت کی طرف سے سزائے موت ختم کرنے کی کوشش کے خلاف تحریک (۳۱) متأثرین زلزلہ کی بحالی 2005ء۔ (۳۲) مزاراتِ اولیاء پر بم دھماکوں کے خلاف تحریک (۳۳) دہشت گردی سے متاثر علماء ومشائخ اور یتیموں کی امداد کی تحریک (۳۴) سیلابوں اور تباہ کن بارشوں متأثرین کی بحالی کی تحریک (۳۵) گستاخ رسول ﷺ سابق گورنر سلمان تاثیر کے خلاف تحریک ۔(۳۶) غازی ممتاز حسین قادری شہید اور دیگر غازیوں کی حمایت کی تحریک (۳۷) امریکہ میں گستاخانہ فلم کے خلاف تحریک (۳۸) حکمرانوں اور سیاستدانوں کو نفاذ نظام مصطفی کی دعوت کی تحریک (۳۹) جماعت اسلامی کی طرف سے موئے مبارک کی توہین کے خلاف زبردست تحریک (۴۰) ڈاکٹر طاہر القادری کے اینٹی اسلام نظریات کے خلاف تحریک (۴۱) بے ہودگی وفحاشی کے انسداد اور شرم وحیا کی اقدار کی بحالی کی تحریک ۔(۴۲) رسول اکرم ﷺ کی جائے ولادت مسمار کرنے کے خلاف فیصلہ کن تحریک (۴۳) مفتی اعظم سعودی عرب کے وسیلہ اور ندائے یا رسول اللہ کی مخالفت کے خلاف تحریک اور علمائے نجد سے 11 مسکت سوالات ۔(۴۴) سنی اتحاد کونسل کے اتحاد کے لئے تحریک اور خدمات جلیلہ (۴۵) بعثت سے پہلے فتنہ انکارِ نبوت کے خلاف تحریک (۴۶)

ہندو رانا بھگواس کے چیف جسٹس کے خلاف تحریک (۴۷) سزائے موت ختم کرنے کے خلاف تحریک (۴۸) نواز حکومت کے سودی قرضوں کے خلاف کامیاب تحریک (۴۹) وزیر اطلاعات پرویز رشید کی فتنہ انگیز تقریر کے خلاف فتویٰ اور تحریک (۵۰) 27رمضان المبارک کو یوم نظریہ پاکستان منظور کرانے کی تحریک ۔(۵۱) عدلیہ کی بحالی کی تحریک (۵۲) تحریک اے اسلام کی بیٹیو! سر پر چادر اوڑھو۔ (۵۳) فوجی چھاؤنیوں میں جشن میلاد کی کامیاب تحریک (۵۴) حاجی ابو داؤد محمد صادق رضوی کے سٹیڈیم میں جنازہ پر پابندی توڑنے کا جہاد (۵۵) ضرب عضب کی حمایت کی تحریک (۵۶) حکومت اور اداروں میں موجود قادیانیوں اور لادین عناصر کے اسلام اور علماء اہلسنت پر حملوں کے خلاف مردانہ وار قربانیوں سے لبریز تحریک (۵۷) قربانیوں سے بھر پور تحریک رہائی غازی ممتاز حسین قادری (۵۸) تحریک لبیک یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم (۵۹) ناموس رسالت دھرنا اسلام آباد ۔(۶۰) عورتوں کا کبڈی مقابلہ بند کرانے کی کامیاب تحریک (۶۱) گجرات کو سیلاب سے محفوظ بنانے کیلئے نالہ بھمبر پر طویل بند کی تعمیر ۔(۶۲) نیک آباد مراڑیاں شریف اور علاقہ کے درجنوں دیہاتوں کیلئے گیس کی فراہمی ۔(۶۳) شہباز شریف پارک میں فحاشی کے عید میلے کا انسداد (۶۴) پنجاب اسمبلی کے سامنے متعدد ناموس رسالت دھرنے (۶۵) گستاخ رسول سلمان تاثیر کی شمعیں بند کرانے کی تحریک (۶۶) موٹروے کی مساجد میں اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ اُتارے ہوئے بورڈ دوبارہ لگوانے کی کامیاب تحریک (۶۷) نظام مساجد اور دینی اجتماعات و میلاد شریف پر پابندیوں کے خلاف تحریک (۶۸) غازی ممتاز حسین قادری کے خلاف سپریم کورٹ کے فیصلے کے خلاف تاریخی شرعی فتویٰ (۶۹) گستاخ رسول سلمان تاثیر کے گستاخ رسول بیٹے شان تاثیر کے خلاف فتویٰ ۔(۷۰) مسٹر عمران خان کی گستاخی سے توبہ کرانے کی کامیاب تحریک ۔(۷۱) احترام رمضان کی تحریک (۷۲) فحاشی وجوئے سے بھر پور کھیلوں کے خلاف سراج الحق کو

مناظرے کا چیلنج ۔(۷۳) کھیلوں میں فحاشی ونیم عریاں لڑکیوں کے ڈانس کے خلاف تاریخی فتویٰ (۷۴) کثیر مساجد و مدارس دینیہ کی تعمیر اور دیگران گنت سینکڑوں ہزاروں دینی تحریکات ومہمات ۔(۷۵) تاریخی دھرنا ختم نبوت فیض آباد اسلام آباد (6نومبر 2017ء سے 27نومبر 2017ء شام تک) ۔ (۷۶) تاریخی دھرنا داتا دربار لاہور۔(۷۷) ہالینڈ کے گستاخوں کو رکوانے کے لیے تاریخی لانگ مارچ لاہور تا اسلام آباد۔(۷۸) گستاخِ رسول آسیہ ملعونہ کی رہائی خلاف ملک بھر اور پنجاب اسمبلی کے سامنے تاریخی دھرنے ۔ (۷۹)23نومبر 2018ء کو ملک بھر میں ناموس رسالت پر پہرہ دینے کی پاداش میں قائدین اور تقریباً20ہزار حمایتوں کی گرفتاریاں۔

ان سب کی روئداد پر مستقل کتابیں جلد شائع ہورہی ہے۔

سچ ہے کہ

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن

اور حقیقت یہ بھی ہے:

بڑی مشکل سے ہوتا ہے چمن میں دیدہ ور پیدا